عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۱ | ۶ تا ۱۳ ؍صفر ۱۴۳۳ھ مطابق یکم تا ۷؍جنوری ۲۰۱۲ء | شمارہ: ۱

دینی مدارس کے خلاف نازیبا پروپیگنڈا

اسلام کا نظریۂ عدل وانصاف

ایک قادیانی کے سوال کا مفصل جواب

تحریکِ ختمِ نبوت میں علمائے حق کا شاندار کردار

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.or
http://www.khatm-e-nubuwwat.c

مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ

اجتماعی دعا

نصیر احمد، کراچی

س:...... نماز باجماعت، نماز تراویح ختم قرآن اور نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا بالجہر کے بارے میں فقہ حنفیہ میں کیا حکم اور روایت ہے؟

ج:...... نماز باجماعت کے بعد اجتماعی دعا کرنا امت کا معمول رہا ہے اور ہے، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور دوسرے اکابر نے احادیث سے اس کا ثبوت تحریر فرمایا ہے، کیونکہ یہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے، نماز تراویح اور قرآن کریم کی تلاوت کے بعد اکابر کا معمول نہیں، ہاں دعا خود ایک نیکی ہے، البتہ ختم قرآن کے بعد اجتماعی دعا کا اکابر کا معمول رہا ہے، البتہ جنازہ کے بعد فقہ حنفی میں دعا کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

دودھ شریک بھانجی سے نکاح

محمد شوکت علی، اسلام آباد

س:...... میں نے اپنی سگی نانی اماں کا دودھ پیا ہے، چھوٹی خالہ کے ساتھ جس کی عمر اس وقت تقریباً دو سال تھی اور میری ایک سال، میری والدہ کے کہنے کے مطابق میں نے نانی اماں کا دودھ پیا ہے، اب میری عمر ۱۹ سال کے لگ بھگ ہے، اب میں قرآن و سنت کی روشنی میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس خالہ کے علاوہ (جس کے ساتھ دودھ پیا ہے) دوسری خالاؤں کے گھر سے میری شادی ہوسکتی ہے یا کہ نہیں؟

ج:...... آپ کا نکاح کسی بھی خالہ کی بیٹی سے نہیں ہوسکتا، کیونکہ آپ نانی کا دودھ پینے سے اپنی تمام خالاؤں کے رضاعی اور دودھ شریک بھائی بن گئے اور ان کی بیٹیاں آپ کی دودھ شریک بھانجیاں بن گئیں اور جس طرح حقیقی بھانجیوں سے نکاح حرام ہے، اسی طرح دودھ شریک بھانجیوں سے بھی نکاح حرام ہے۔

س:...... میری بہنوں کے رشتے اس خالہ کے علاوہ دوسری خالاؤں کے ہاں ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

ج:...... آپ کے دوسرے تمام بہن بھائیوں کا آپ کی تمام خالاؤں کے بچوں سے نکاح جائز ہے۔

س:...... مولانا صاحب میری بہن کے پندرہ سال سے حالات خراب تھے، اب شکر ہے انہوں نے کرائے کا گھر، کرائے کی دکان کی ہے، معلوم یہ کرنا تھا ان کی بچی کی شادی ہے کیا بیٹی کی شادی کے لئے زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟

ج:...... اگر وہ مستحق زکوٰۃ ہے، تو بھائی بہن کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

س:...... قصر نمازوں کی قضا کیسے پڑھی جائے گی، جو ہم نماز پڑھتے ہیں وہ پڑھیں گے؟ یا قصر کی قضا پڑھیں گے؟

ج:...... جو نمازیں سفر میں قضا ہوئی ہیں وہ قصر قضا کی جائیں گی۔

س:...... پچاس ہزار پر کتنی زکوٰۃ دیتے ہیں؟ ایک سال پورا ہونے پر زکوٰۃ دیتے ہیں یا جمع ہوجانے پر؟

ج:...... پچاس ہزار کی رقم پر جب سال پورا ہوجائے تو اس پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ ہے، اور پچاس ہزار روپے پر بارہ سو پچاس روپے زکوٰۃ دینا ہوگی۔

س:...... قرض کے طور پر ہم نے ڈیڑھ لاکھ دے رکھا ہے، پانچ سال ہوگئے ہیں، وہ لوگ دیتے نہیں ہیں کیا اس پر زکوٰۃ فرض ہے؟

ج:...... اس کی زکوٰۃ بھی آپ کو دینا ہوگی، چاہے ابھی ہر سال دیتے رہیں یا ملنے کے بعد گزشتہ تمام سالوں کی ادا کریں۔

زیورات کی چوری

شہباز احمد خان، کراچی

س:...... عرض یہ ہے کہ ہم گھر میں چار افراد ہیں چند سالوں سے ہمارے گھر میں رقم اور زیورات غائب ہورہے ہیں، جبکہ ہمارے گھر میں نہ تو کوئی بچہ ہے اور نہ کسی کا آنا جانا، لہٰذا قرآن و سنت کی روشنی میں کوئی حل بتائیں؟

ج:...... گھر میں چالیس روز تک روزانہ سورۂ بقرہ پڑھیں اور جو چیز رکھنا ہو اس پر آیت الکرسی پڑھ کر رکھا کریں۔

ہفت روزہ ختمِ نبوّۃ

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۱ — ۶ تا ۱۳ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ مطابق یکم تا ۷/ جنوری ۲۰۱۲ء — شمارہ:۱

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

دینی مدارس کے خلاف ناز یبا پروپیگنڈا	۵	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ
مدارس کی کردار کشی	۷	مولانا محمد ازہر مدظلہ
اسلام کا نظریہ عدل و انصاف	۸	پروفیسر محمد عبدالجبار شیخ
قرض حسن اور انفاق فی سبیل اللہ کا بدلہ (۲)	۱۱	محمد نجیب قاسمی
تحریک ختم نبوت میں علماء حق کا شاندار کردار!	۱۵	مولانا سید محمد اکبر شاہ بخاری
قادیانیوں کی بے جا حمایت	۱۷	محمد متین خالد
ایک قادیانی کے سوال کا مفصل جواب	۱۹	مولانا غلام رسول دین پوری
مولانا وحید الدین کی بے خبری یا تجاہل عارفانہ؟ (۲)	۲۲	مفتی محمد سعید خان
اکابرین پر اعتماد ہی کامیابی کی راہ ہے	۲۷	مولانا قاضی احسان احمد

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون بیرون ملک

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زرتعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک-ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ:0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، ۳۴۲۳۴۴۷۶ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درس حدیث

دنیا سے بے رغبتی

دُنیا مؤمن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: دُنیا مؤمن کے لئے قید خانہ ہے، اور کافر کے لئے جنت ہے۔''

(ترمذی ج:۲ ص:۵۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں جو دُنیا مؤمن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت فرمایا گیا، علمائے اُمت نے اس کی متعدد توجیہات فرمائی ہیں، مثلاً: ایک یہ کہ اس حدیث میں مؤمن کی دُنیا کا اس کی جنت کے ساتھ اور کافر کی دُنیا کا اس کی جہنم کے ساتھ مقابلہ فرمایا گیا ہے۔

گویا ارشادِ نبوی کا مدعا یہ ہے کہ مؤمن، دُنیا میں خواہ کتنی ہی راحت وآرام میں ہو، لیکن آخرت اور جنت کی نعمتوں کے مقابلے میں اس کی دُنیوی راحت وآرام کی وہی حیثیت ہے جو گھر کے مقابلے میں جیل کی ''اے'' کلاس کی ہوا کرتی ہے، اس کے برعکس کافر دُنیا میں خواہ کیسا ہی بدحال اور کشتۂ آلام ہو، مگر دوزخ کی زندگی کے مقابلے میں اس کی یہاں کی زندگی گویا جنت کہلانے کی مستحق ہے۔

دوم:... یہ کہ دُنیا میں کافر کی بہ نسبت ایک مؤمن کو آفات ومصائب کا سامنا عموماً زیادہ کرنا پڑتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے سوال کیا: سب سے زیادہ آزمائشیں کن لوگوں پر آتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَلْأَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ''

(ترمذی ج:۲ ص:۶۲)

یعنی دُنیا میں آفات ومصائب سب سے زیادہ انبیائے کرام علیہم السلام کو پیش آتے ہیں، پھر علی الترتیب ان لوگوں کو جو سب سے زیادہ ان حضرات کے نقشِ قدم پر ہوں۔ اس کے برعکس کافر کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل اور مہلت دی جاتی ہے، اس لئے وہ لذات وشہوات میں غرق رہتا ہے۔ اس بنا پر فرمایا گیا ہے کہ دُنیا مؤمن کے لئے قید خانہ ہے، جب وہ اس دُنیا سے رُخصت ہوتا ہے تو گویا اسے قید خانے سے رہائی مل جاتی ہے، جبکہ کافر کے لئے یہ دُنیا خواہشات ولذات اور عیش پرستی کی جگہ ہے، اور جب وہ یہاں سے رُخصت ہوتا ہے تو اس کی راحت وآرام کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے۔

سوم:... قید خانے کی خصوصیت یہ ہے کہ وہاں آدمی کی آزادی سلب ہوجاتی ہے، وہ کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور کسی سے ملاقات کرنے میں پابندِ حکم ہوتا ہے، اپنی خواہش سے نہ کھاسکے، نہ اُٹھ بیٹھ سکے، نہ کسی سے ملاقات کرسکے۔ اس کی دُوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہاں اس کے لئے راحت وآرام کا خواہ کتنا ہی سامان جمع کردیا جائے مگر وہاں اس کا دل نہیں لگتا، بلکہ اپنے گھربار اور اہل وعیال میں جانے کے لئے اس کی رُوح ہمیشہ بے چین اور مضطرب رہتی ہے۔ ٹھیک یہی کیفیت ایک مسلمان کی دُنیا کے قید خانے میں ہونی چاہئے کہ وہ یہاں آزاد زندگی نہ گزارے بلکہ اَحکامِ الٰہیہ کا پابند ہو، اور پھر اسے یہاں دل بستگی نہیں ہونی چاہئے بلکہ اپنے وطنِ اصلی کی طرف واپسی کے لئے ہمہ وقت بے چین رہے، یہاں شترِ بے مہار کی سی زندگی گزارنا اور یہاں کی زندگی سے دل لگا کر بیٹھ جانا کسی مؤمن کے شایانِ شان نہیں۔

یہ چیز ایک ایسے کافر ہی کو زیب دیتی ہے جو آخرت کی زندگی پر یقین نہیں رکھتا، اور جو اسی زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہوئے:

''بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست''

کے نظریے پر ایمان رکھتا ہے، دُنیا کی فانی لذات پر ریجھتا ہے، اور حلال وحرام اور جائز وناجائز کی تمیز کے بغیر یہاں کا کوڑا کرکٹ جمع کرنے کے سودا میں مبتلا ہوجانا ایک ایسی حماقت ہے جو کسی مؤمن سے سرزد نہیں ہونی چاہئے، گویا اس حدیث پاک میں اہل ایمان کو سبق دیا گیا ہے کہ وہ دُنیا کو قید خانہ سمجھیں، یہاں دل نہ لگائیں، بلکہ اَحکامِ الٰہیہ کی پابندی کرتے ہوئے وطنِ اصلی کی تیاری میں مشغول رہیں۔ ☆☆☆

موت کی سختی

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی مسکین پر اگر کوئی آفت، کوئی مصیبت، کوئی حادثہ، کوئی رنج، کوئی تکلیف، کوئی مشقت، کوئی خوف بھی بھی نہ آئے تب بھی موت کی سختی، نزع کی حالت اور اس کا اندیشہ ایسی چیز ہے جو اس کی ساری لذتوں کو مکدر کردینے کے لئے کافی ہے۔ اس کی ساری راحت وآرام کو کھو دینے والی چیز ہے، اس کی غفلت کو زائل کردینے کے لئے اس کا فکر بہت کافی ہے۔ یہی چیز خود اتنی سخت ہے کہ اس کی فکر اور اس کی تیاری میں آدمی کو ہر وقت مشغول رہنا چاہئے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ اس کا وقت معلوم نہیں کہ کب آکر مسلط ہوجائے۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ زری دوسرے کے ہاتھ میں ہے نہ معلوم کب کھینچ لے۔ حضرت لقمان حکیمؒ کا ارشاد اپنے بیٹے سے ہے کہ موت ایسی چیز ہے جس کا حال معلوم نہیں کہ کب آپہنچے، اس کے لئے اس سے پہلے پہلے تیار کرلے کہ وہ دفعتاً آجائے۔ (مرسلہ: حافظ محمد سعید لدھیانوی)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفی

دینی مدارس کے خلاف نازیبا پروپیگنڈا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اسلام دشمن ہر دور میں اسلام، اسلامی تہذیب، اسلامی اقدار اور مسلمانوں کو نقد وتنقید کا نشانہ بناتے آئے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرامؓ کی تعلیم وتربیت کی غرض سے صفّہ نامی مدرسہ کی بنیاد رکھی اور صحابہ کرامؓ اس میں رہنے لگے تو اس وقت کے منافقین نے یہ اعلان کرادیا: "لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا ..... لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منها الاذل۔" (المنافقون:۷،۸)... "مت خرچ کرو ان پر جو پاس رہتے ہیں رسول اللہ کے یہاں تک کہ متفرق ہو جائیں..... البتہ اگر ہم پھر گئے مدینہ کو تو نکال دے گا جس کا زور ہے وہاں سے کمزور لوگوں کو۔"...

آج پاکستان میں بھی انہی کی زبان بولنے والے کہہ رہے ہیں کہ: "اگر غیر رجسٹرڈ مدارس نے ۳۱/دسمبر ۲۰۱۱ء تک دینی مدارس کے پانچ بورڈز میں سے کسی ایک بورڈ کے ساتھ الحاق نہیں کرایا تو ان مدارس کو گرادیا جائے گا۔"

جناب وزیر داخلہ رحمن ملک نے یہ بیان اس وقت دینا ضروری سمجھا جب کراچی میں نشہ کے عادی لوگوں کی ایک علاج گاہ اور اصلاحی مرکز کو میڈیا کی "برکت" سے دینی مدرسہ قرار دے کر اس کے خلاف مہم چلائی گئی۔ اب اس کی حقیقت کیا ہے کہ آیا یہ مدرسہ تھا یا نشہ کے عادی افراد کی علاج گاہ اور ان کی اصلاح کا مرکز؟ یہ جاننے کے لئے روزنامہ امت کی تحقیق اور ان کا سروے ملاحظہ کیجئے:

"کراچی (رپورٹ: اقبال اعوان) سہراب گوٹھ خیمہ بستی سے متصل فرید گوٹھ میں واقع مسجد ومدرسہ زکریا کاندھلوی میں منشیات کے عادی افراد کا علاج اور دینی تعلیم دی جاتی تھی۔ پولیس کے چھاپے کے دوران بازیاب ہونے والوں میں ۳۸ منشیات کے عادی، جب کہ ۱۸ طلبا تھے، جنہیں والدین نے اپنی مرضی سے داخل کرایا تھا۔ اہل خانہ کو یہاں کی سختی کا علم تھا، یہاں تک کہ مدرسے کی انتظامیہ نشے کے عادی لڑکوں کو جکڑنے کے لئے زنجیر اور تالا بھی انہی سے منگواتی تھی۔ تفصیلات کے مطابق پیر کی شب گلشن معمار پولیس نے افغان بستی سے متصل فرید گوٹھ میں واقع مسجد مدرسہ زکریا کاندھلوی میں چھاپے کے دوران ۵۶ افراد کو حراست میں لیا تھا اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ پولیس نے خفیہ اطلاع پر کارروائی کر کے ایک مدرسے سے زنجیروں میں جکڑے افراد کو بازیاب کرایا ہے، جن میں بچے بھی شامل ہیں، جن کی عمریں ۸ سال سے ۴۵ سال ہیں اور یہ دعویٰ کیا کہ اس مدرسے میں ان کو زنجیروں سے باندھ کر شدید تشدد کیا جاتا تھا۔ امت نے جب اس حوالے سے تحقیقات کیں تو معلوم ہوا کہ مذکورہ مدرسے میں منشیات کے عادی افراد کے علاج کے ساتھ ساتھ انہیں دینی تعلیم بھی دی جاتی تھی، اس حوالے سے مدرسے کے اطراف لگے سائن بورڈ پر واضح طور پر تحریر کر دیا گیا تھا۔ مذکورہ مدرسہ جامع مسجد زکریا کاندھلوی سے متصل ہے جہاں افغان بستی، فرید گوٹھ اور بہادر گوٹھ کے ۲۰۰ سے زائد بچے اور بچیاں دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں جب کہ اس مدرسے میں خصوصی طور پر تہہ خانہ بنایا گیا تھا جہاں نشئی افراد کو رکھا جاتا تھا، جہاں انہیں تربیت کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی دی جاتی تھی، جب کہ شہر کے مختلف علاقوں سے نشہ کرنے والے افراد اور جرائم میں ملوث بگڑے ہوئے بچے اور افراد کو داخل کرایا جاتا تھا۔ مذکورہ مدرسہ تقریباً ۲ ہزار گز پر محیط ہے، جہاں بچوں کو ناظرہ اور حفظ کے علاوہ دینی مسائل سکھائے جاتے تھے۔ بیشتر بچے شام کو ہی اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔ ۱۸ بچے جو دور دراز کے علاقوں کے رہائشی تھے، مدرسے کے اندر رہائش پذیر تھے، جب کہ ۳۸ نشئی افراد کو تہہ خانے میں رکھا گیا تھا، جہاں ان کی رہائش تھی اور دینی تعلیم بھی ادھر دیتے تھے۔ امت کو مدرسے میں موجود جمعیت علمائے اسلام گڈاپ کے نائب امیر مولانا

محمد عظیم جان نے بتایا کہ وہ قریبی علاقے کے رہائشی ہیں اور اکثر اوقات اس مدرسے میں آجاتے تھے، اس مدرسے کے مہتمم مفتی داؤد ہیں اور یہاں پر ۵ قاری پڑھاتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ایک ماہ قبل سمائی وی کی ٹیم ادھر آئی تھی۔ انہوں نے مفتی داؤد کو کہا کہ وہ نشئی افراد کے روحانی علاج کے حوالے سے بورڈ پڑھ کر آئے ہیں اور خصوصی کوریج کرنا چاہتے ہیں، تاہم انہوں نے منع کر دیا، جس پر میں نے سما ٹیم کو کہا کہ چلو میں مدرسے کا دورہ کراتا ہوں اور پورے مدرسے کا دورہ کرایا اور ان کے جانے کے بعد وہ رپورٹ منظر عام پر نہیں آئی اور اب ایسے وقت میں بریکنگ نیوز کے طور پر سامنے آئی ہے کہ جب امریکا پاکستان پر دباؤ ڈالنا چاہتا ہے اور اس چینل کے ذریعے اسلام اور مدارس کو بدنام کیا جا رہا ہے جو یقینی طور پر امریکا کی ایما اور ڈالروں کے لالچ میں کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ خود اس چینل کے خلاف کارروائی کریں گے کیونکہ من گھڑت رپورٹ پر علاقے کے افراد سخت مشتعل ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ حکومت اس واقعہ کی تحقیقات کرائے اور نشئی افراد کے ورثا سے پوچھ گچھ کریں کہ وہ مرضی سے ان افراد کو لے کر آئے تھے اور زنجیریں بھی خود لائے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ کام تین سال سے ہو رہا ہے اور مقامی پولیس اس مدرسے میں آئی تھی۔ اب اچانک پولیس نے چھاپہ مارا ہے۔ امت کو علاقے کے رہائشی محمد جلال نے بتایا کہ حکومت اس مدرسے کے بارے میں تحقیقات مکمل کرا کے اس کو کھولے تاکہ اطراف کی آبادی کے بچوں کی دینی تعلیم خراب نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ مذکورہ مدرسہ نشئی افراد کے علاج کا ایک فریضہ نبھا رہا تھا، جس کو دوبارہ شروع کرایا جائے۔ علاقے کے رہائشیوں کا کہنا تھا کہ اگر مدرسہ کو دوبارہ نہیں کھولا گیا تو وہ احتجاج کریں گے۔ دوسری طرف بازیاب ہونے والے افراد اور بچوں کو پولیس نے ورثا کے حوالے کرنا شروع کر دیا ہے۔“ (روزنامہ امت کراچی ۱۴/دسمبر ۲۰۱۱ء)

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم اور وفاق کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب زید مجدہم نے مدارس کے خلاف اس میڈیا مہم پر غم وغصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کراچی کے اس واقعہ کو آڑ بنا کر مدارس کے خلاف پروپیگنڈا مہم بند کی جائے۔ اس کی مزید تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

”اسلام آباد (پ ر) کراچی میں مدرسہ نہیں بلکہ منشیات کے عادی افراد کے علاج اور اصلاح کا مرکز تھا، بازیاب نشہ کے عادی بچوں کو ان کے والدین نے خود اس ادارے کے حوالے کیا، وفاق المدارس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں، وفاق المدارس دینی مدارس میں بچوں پر تشدد کی بھی مخالفت کرتا ہے، زنجیروں کے ساتھ کسی بچے کو باندھنے کی ہرگز اجازت نہیں، کراچی واقعے کو مدارس کے خلاف پروپیگنڈا مہم کے طور پر استعمال نہ کیا جائے، حکومت ایسے اداروں کے خلاف فوری ایکشن لے۔ ان خیالات کا اظہار وفاق المدارس العربیہ کے صدر مولانا سلیم اللہ خان اور جنرل سیکریٹری مولانا قاری محمد حنیف جالندھری نے اپنے ردعمل میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ کراچی کے جس ادارے سے بچے بازیاب کروائے گئے اسے مدرسہ نہ کہا جائے، بلکہ وہ انسداد منشیات کے لئے کام کرنے والا ایک ادارہ ہے، اس واقعے کی آڑ میں مدارس کے خلاف منفی مہم بلا جواز ہے، افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ایسے بے شمار عقوبت خانے پائے جاتے ہیں جہاں بے گناہ افراد کو جکڑ کر رکھا جاتا ہے اور انہیں تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ایسے تمام اداروں کے خلاف بلا امتیاز کارروائی کی جائے۔“

(روزنامہ اسلام کراچی ۱۴/دسمبر ۲۰۱۱ء)

میڈیا کی اس پروپیگنڈا مہم اور مدارس دشمنی کی اس سازش سے متاثر ہو کر کراچی کے ایک پوش علاقہ کے ذمہ داروں نے اپنی حدود میں قائم ایک مدرسہ کو نوٹس بھجوا دیا ہے کہ اس مدرسہ میں موجود مقیم طلبا کو یہاں سے نکالا جائے، اس لئے کہ آپ کے پاس ان بچوں کو مدرسہ میں رکھنے کا اجازت نامہ نہیں۔ حالانکہ اس مدرسہ کے مہتمم صاحب کا کہنا ہے کہ ان طلبا کی رہائش کے لئے تعمیرات کرتے وقت اس ادارہ سے تعمیرات کا این او سی حاصل کیا گیا تھا۔ یہ ہے میڈیا مہم کی برکات۔

میڈیا میں موجود نظریۂ پاکستان کے مخالفوں، اسلام دشمنوں اور مال و دولت کے پجاریوں نے شاید یہ طے کر رکھا ہے کہ جب تک روس کی طرح ان مدارس، مکاتب اور مساجد کو مقفل نہ کر دیا جائے، ان کے دل میں موجزن بغض وحسد کی آگ ٹھنڈی نہ ہوگی اور ملک میں موجود تمام معاشرتی برائیاں بھی ختم نہ ہوں گی۔

ارباب حکومت کو ایسے ٹی وی اینکرز اور ان کے ضمیر فروش صحافیوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھنی چاہئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

مدارس کی کردار کشی

مولانا محمد ازہر مدظلہ

خبر کے مطابق سندھ رینجرز نے کراچی کے مضافاتی علاقے افغان بستی کی ایک عمارت سے ۵۵ افراد کو بازیاب کرایا ہے، اس عمارت میں منشیات کے عادی افراد کے علاج و بحالی کے لئے ایک سینٹر قائم تھا اور اس میں زیر تربیت افراد کو ان کے والدین یا قریبی رشتہ دار اس سینٹر میں چھوڑ کر گئے تھے۔ منشیات کے عادی ان افراد کو علاج کے ساتھ ساتھ کچھ عصری و مذہبی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ سینٹر نہ باقاعدہ کوئی دینی مدرسہ ہے نہ اس کا مدارس کے کسی وفاق سے الحاق ہے۔ صحافتی دیانت کا تقاضا یہ تھا کہ صورت حال کی صحیح اور غیر جانبدارانہ تصویر کشی کی جاتی۔

لیکن، جیسا کہ اہل وطن باخبر ہیں، ہمارا میڈیا قیاس آرائیوں، مبالغہ آمیزیوں اور حاشیہ آرائیوں میں کسی قسم کی احتیاط ملحوظ رکھنے کا تکلف نہیں کرتا۔

صحافت کا ایک اصول ہے کہ ''خبر پابند ہے، تبصرہ آزاد ہے'' مگر ہمارا میڈیا نہ صرف تبصروں میں آزاد ہے، خبروں میں بھی شتر بے مہار ہے۔ خبروں کو نہ صرف مخصوص اہداف کے لئے توڑا مروڑا جاتا ہے بلکہ باقاعدہ خبریں ''تخلیق'' کی جاتی ہیں۔

ایک مشہور اخبار کے نمائندے ایک اسکول میں تشریف لے گئے۔ استاذ سے پوچھا: آپ بچوں کی پٹائی تو نہیں کرتے؟ استاذ نے نفی میں جواب دیا۔ پوچھا گیا: پھر بچوں کو قابو کیسے کرتے ہیں؟ استاذ نے خالی چھڑی فضا میں لہرائی کہ اس طرح دھمکا دیتے ہیں، اسی لمحے رپورٹر کے ساتھی فوٹو گرافر نے وہ منظر محفوظ کر لیا۔ دوسرے دن اخبار میں ایک خبر نما کالم شائع ہوا، جس میں اسکولوں میں جسمانی سزاؤں پر سیر حاصل تبصرہ تھا۔ علاوہ ازیں ایک تصویر تھی جس کے نیچے درج تھا کہ ٹیچر زیوں ڈنڈوں سے بچوں کی پٹائی کرتے ہیں۔ یہ وہی تصویر تھی جس کے لئے استاذ سے چھڑی لہرانے کی فرمائش کی گئی تھی:

''خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھئے''

قتل، آبرو ریزی اور اغوا کی افسوسناک اور شرمناک خبروں کو نمک مرچ لگا کر پوری تفصیل کے ساتھ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ پڑھنے والوں کے سر شرم سے جھک جاتے ہیں، لیکن ہمارے اخباری نمائندے اس احساس سے عاری ہیں کہ اغوا، آبروریزی اور زیادتی کا شکار ہونے والی بچیاں بھی کسی کی بیٹیاں اور بہنیں ہیں اور اس خبر کی اشاعت سے ان پر اور ان کے خاندان پر کیا بیتے گی؟

الیکٹرونک میڈیا رنگ آمیزی اور مبالغہ آرائی میں اخبارات سے کئی ہاتھ آگے ہے۔ سہراب گوٹھ کے مبینہ ''مدرسہ'' کے جن ''طلبا'' کو چوبیس گھنٹوں میں بار بار ٹی وی چینلز پر دکھایا گیا وہ ۲۲ سال سے لے کر ۵۰ سال کی عمر کے افراد تھے جبکہ دینی مدارس میں ۲۲ سال کی عمر تک کے طلبا کم و بیش اپنی تعلیم مکمل کر لیتے ہیں۔ اس خبر کی اشاعت کے ساتھ ہی ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کے ذمہ دار حضرات نے نہایت تیقن اور وثوق کے ساتھ کہا کہ یہ سینٹر باقاعدہ دینی مدرسہ نہیں، نہ ہی اس کا ہمارے ساتھ کسی قسم کا الحاق ہے۔ ہم مدارس میں طلبا کو سخت جسمانی سزائیں دینے یا انہیں زنجیروں میں مقید کرنے کے خلاف ہیں۔ ہمارے مدارس عوام اور حکمرانوں کے معائنے کے لئے ہر وقت کھلے ہیں۔ اگر ''مدرسہ'' کے عنوان سے کوئی شخص تشدد کی قولاً یا عملاً تعلیم دیتا ہے تو اس کا محاسبہ کیا جانا چاہئے لیکن اس طرح کے واقعات سے تمام مدارس کو بدنام کرنا اور ان کی کردار کشی کرنا نہایت مذموم حرکت ہے۔''

آج کل الیکٹرونک میڈیا مختلف موضوعات پر باقاعدہ ''عدالت'' قائم کرتا ہے اور پھر اپنا ''فیصلہ'' ناظرین پر مسلط کرتا ہے۔ آزادیٔ اظہار رائے کے نام پر دین کو حقیر ٹھہرایا جاتا ہے، اسلامی تعلیمات، اصطلاحات اور شعائر کا مضحکہ اڑایا جاتا ہے۔ دینی معاملات، عبادات، عقائد اور فقہ پر گفتگو کرنے کے لئے ایسے اشخاص کو بلایا جاتا ہے جو دین کی ابجد سے بھی ناواقف ہیں۔ علماء دین اور مفتی حضرات کو شوبز سے وابستہ ڈانسروں، اداکاروں اور گلوکاروں کے ساتھ آمنے سامنے بٹھایا جاتا ہے۔ افسوس کہ ''مہمانوں'' میں اتنی جرأت نہیں کہ وہ میزبان سے یہ کہہ سکیں کہ ہم کسی مغنی، رقاص، بھکو باز، جگتی باز اور ایرے غیرے کے ساتھ مناظرہ و مکالمہ نہیں کرتے، اگر کسی علمی مسئلے پر گفتگو کرنی ہے تو ہمارا مدمقابل کم از کم کسی یونیورسٹی کا پروفیسر یا ڈاکٹر ہو۔

۲۰۰۷ء میں گوجرانوالہ کے ایک ذہنی مریض نے ایک صوبائی خاتون وزیر پر قاتلانہ حملہ کیا تھا، اسے میڈیا نے دانستہ طور پر ''مولوی'' لکھا اور کہا، حالانکہ اس کی ''مولویت'' صرف یہ تھی کہ اس کے چہرے پر داڑھی تھی۔ پاکستان کے ذرائع ابلاغ کو اس حقیقت کا ادراک کرنا چاہئے کہ عالمی سطح پر امریکی و مغربی ذرائع ابلاغ نے ایک منظم اور طے شدہ پالیسی کے تحت اہل مدارس کی کردار کشی کی مہم شروع کر رکھی ہے۔ دینی مدارس کی حقیقی خدمات کو چھپا کر انہیں دنیا میں ایسے اداروں کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے، جہاں تعصب، تشدد اور منافرت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ کبھی انہیں مبینہ دہشت گرد تنظیموں سے جوڑا جاتا ہے اور کبھی ان پر دہشت گردوں کے بیس کیمپ ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ افسوس کہ اب اپنے بھی بغیر کسی ثبوت اور شواہد کے بیگانوں کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ دینی مدارس کا ماحول امن، محبت، شرافت اور رواداری کا ہے۔ دینی شکل و صورت رکھنے والے کسی شخص کے انفرادی فعل سے تمام دینی اداروں کے خلاف نازیبا پروپیگنڈا اور انہیں گردن زدنی قرار دینا ناانصافی اور ظلم ہے۔ (روزنامہ اسلام کراچی ۱۰/دسمبر ۲۰۱۱ء)

اسلام کا نظریۂ عدل وانصاف

پروفیسر محمد عبدالجبار شیخ

اسلام نے دین فطرت ہوتے ہوئے انسانوں کو زندگی میں میانہ روی اور اعتدال پر قائم رہنے کی تلقین کی، کیونکہ اعتدال خالق کائنات کے آئین قدرت کی شرط اول ہے، جس کے تحت عناصر کی ترتیب میں بھی ایک حسین اور پختہ توازن قائم کیا گیا ہے۔ اگر یہ توازن نہ رہے تو نظم کائنات ہی درہم برہم ہو کر رہ جائے، کیونکہ یہی نظام عالم کی اساس ہے۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کو یہ کہہ کر آشکار فرمایا ہے:

”اور آپ کے رب کی ہر بات واقعیت اور اعتدال کی بنیاد پر پایۂ تکمیل کو پہنچی، اس لئے کہ کائنات میں اس کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں۔“

پھر اس توازن واعتدال کی خاطر مالکِ ارض و سماء نے ہر شے کا ایک پختہ اندازہ مقرر فرمادیا کہ ہر چیز طبعی طور پر اور متوازن طریقے سے جاری و ساری رہے۔ چنانچہ اعلان ہوا کہ:

”ہم نے ہر شے کو ایک اندازے کے ساتھ تخلیق فرمایا ہے۔“

لیکن جہاں عناصر میں یہ اعتدال طبعی اور جبری ہے، وہاں اشرف المخلوقات ہونے کے ناتے انسان کے لئے اسے اختیاری اور انتخابی شے بنادیا تاکہ اگر وہ چاہے تو اسے اختیار کرکے فلاح دارین حاصل کرلے اور اگر چاہے تو ترک کرکے دنیا وآخرت کی صعوبتوں کا شکار ہوجائے۔ اس اختیار اور انتخاب کی بنیاد پر انسان کو معاشرے میں نظام عدل قائم کرنے اور ہر زاویۂ زندگی میں عدل وانصاف کو اپنانے کی ہدایت فرمائی۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اور کتب سماوی کے نزول کا مقصد بھی یہی تھا کہ لوگ عدل و اعتدال کو اپنائیں اور زندگی میں جادہ عدل سے ہٹنے کی کوشش نہ کریں۔ کیونکہ انسانی زندگی میں امن اور سکون کا انحصار عدل پر ہے اور عدل ہی کے سہارے معاشرے کو توازن اور اعتدال کے ساتھ منظم کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اسلام میں یہی بات نظام عدل کی اساس اور بنیاد ہے۔

اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرد سے لے کر جماعت تک زندگی کے ہر شعبے میں عدل قائم کرنے کی تعلیم دی، کیونکہ ہر زاویۂ حیات میں اسلامی فکر کی اصل الاصول بات یہی ہے۔ اسلامی معیشت، معاشرت، سیاست اور قانون کے پس منظر میں بھی یہی مرکزی تصور کارگر ہے اور دین کامل کے سارے ضابطے اسی پر قائم ہیں۔ اس بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں معیشت میں اسراف اور بخل کی دو انتہائی راہوں کو چھوڑ کر انفاق فی سبیل اللہ کا معتدل راستہ دکھایا، وہاں سیاست میں بھی مغربی جمہوریت اور آمریت کے دو انتہائی راستوں کے برخلاف اعتدال پر مبنی شورائیت کا سیاسی نظام تجویز فرمایا، اسی طرح جہاں رہبانیت اور قارونیت کی افراط وتفریط سے نجات دلائی، وہاں اعتدال اور توازن پر مبنی عدل اجتماعی کے اس تصور کو پیش فرمایا، تاکہ قانون مکافات میں اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام عدل پوری طرح قائم ہوجائے۔

اسلام سے قبل عدل وانصاف:

اسلامی نظام عدل کی اہمیت کا صحیح اندازہ اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک اسلام سے پیش تر دنیا میں رائج نظام ہائے قانون کا سرسری جائزہ نہ لیا جائے۔ دراصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت دنیا جہنم کے کنارے کھڑی تھی، آدمیت، خدا خوفی اور خدا شناسی سے یکسر محروم تھی، وقت کے حکمراں رعایا کی جان و مال اور عزت وآبرو سے کھیل کر داد عیش دے رہے تھے، بے شمار انسان غلامی کی زنجیروں میں پابند سلاسل ہو کر جانوروں کی مانند مجبور محض اور بے دست و پا تھے۔ بااختیار لوگ آخرت کے خوف سے عاری اور عوام الناس کے محاسبے سے آزاد من مانی کارروائیوں میں مگن تھے، جب کہ عوام الناس قابل رحم حالت میں انسان تو تھے لیکن انسانوں میں شمار نہیں کئے جاتے تھے، اس صورت حال میں کسی کے لئے عدل وانصاف کا حصول ممکن نہ تھا، نیز اس عہد کی دونوں بڑی طاقتیں روم اور ایران جور و جفا کے مرکز اور ظلم و ستم کا گہوارہ تھیں۔ سلطنت روما کے بارے میں ایک مصنف لکھتا ہے:

”انصاف کا یہ حال تھا کہ جس طرح اشیاء کی خرید وفروخت ہوتی تھی اور ان کے دام ٹھہرائے جاتے تھے، اسی طرح انصاف بھی فروخت ہوتا تھا اور رشوت و

خیانت کی ہمت افزائی خود قوم کی طرف سے کی جاتی تھی۔"

یہی حال ایران کا تھا کہ جہاں پر کسی کی آبرو محفوظ نہ تھی، مالک کے سامنے اس کا مال لٹتا ہے تو لٹ جائے، وہ صرف بے بسی میں تماشا ہی کیا کرے۔ بھائی اور باپ کے سامنے بیٹی عصمت سے محروم ہو، وہ کچھ نہ کہہ سکے، غرض یہ کہ ظلم اور جبر وتشدد کا راج تھا، جیسا کہ اسی مصنف نے مزید لکھا ہے:

"ایران کے سلاطین اس بات کے مدعی تھے کہ ان کی رگوں میں خدائی خون ہے۔ اہل ایران بھی انہیں اسی نظر سے دیکھتے تھے کہ گویا وہ خدا ہیں، اونچ نیچ کا فرق طبقوں کا تفاوت اور پیشوں کی تقسیم ایرانی سوسائٹی اور نظامِ زندگی کا اٹل قانون تھا۔"

یہی حال ہندوستان کا تھا، جہاں منوجہا راج کے قوانین، فرقہ وارانہ عصبیت، ناجائز پاسداری، ظلم و جور اور انسانی لاقانونیت کی منہ بولتی تصویر تھے۔ باقی رہا عرب کا حال تو سارا عالم ان سے خوب واقف ہے کہ یہ لوگ کس قدر ظالم، عدل و انصاف سے عاری اور جور و جفا کے دھنی تھے کہ ان کی اصلاح کے لئے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا، تا کہ ان کی حالت بدل جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کائنات انسانی کو اسلام کے ایسے منصفانہ اور عادلانہ قوانین عطا فرمائے، جو باہمی ہمدردی، حسن سلوک، اخوت و مروت اور عدل و انصاف کے ابدی اصولوں پر مبنی ہیں کہ جن سے دین اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات اور کامل نظام زندگی بن کر دنیا والوں کے سامنے اس طرح اجاگر ہوا کہ چاردانگ عالم پر چھا گیا۔

اسلامی نظامِ عدل کی خصوصیات:

اسلام کی اس سربلندی اور عظمت کی سب سے بڑی وجہ عدل وانصاف پر مبنی اسلام کا وہ نظام عدل ہے جس کے تحت اسلامی مملکت کے ہر شہری کو آسان اور سستا انصاف ہر آن میسر ہے کہ ہر فرد بغیر کسی دقت اور پریشانی کے اپنے حقوق کا تحفظ آسانی سے کر سکتا ہے۔ اسلام کا یہ نظام اپنی جگہ بے مثال ہے اور ایسی خصوصیات کا حامل ہے کہ جن میں یہ منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ ذیل میں ان ہی خصوصیات کا بیان ہے۔

عدلیہ کا اسلامی دستور:

کوئی بھی عدلیہ اپنے وجود کے اعتبار سے بیکار محض ہے۔ اگر اس کی پشت پر راہنمائی کے لئے کوئی دستور نہ ہو۔ اسلامی عدلیہ کا دستور قرآن وسنت اور اجماع وقیاس کے اصول اربعہ پر مبنی ہے۔ مسائل کے استنباط اور قوانین کی ترتیب کے لئے قرآن وسنت کی حیثیت اصول استنادی کی ہے کہ جنہیں دین میں دلیل شرعی اور حجت ہونے کی بنا پر سند کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، جب کہ اجماع وقیاس اجتہاد کے بنیادی اصول قرار پاتے ہیں، جن کی راہنمائی میں مجتہد اور فقیہ مسائل کے حل کے لئے محنت اور کوشش کرتا ہے۔

انفرادی حقوق کا تحفظ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس معیاری نظام عدل کو دنیا والوں کے سامنے پیش فرمایا، اس کی دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس نظام کے ذریعے مملکت کے ہر فرد کے حقوق کی مکمل طور پر ضمانت دی گئی ہے، اس لئے یہ بات ارباب حکومت کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ مملکت کے ہر باشندے کی عزت و آبرو، جائیداد و مال، جسم وجان اور چادر و چاردیواری کے تحفظ کا اہتمام کریں اور عدل وانصاف کی بنیاد پر ہر اس شخص کے حقوق کی پاسداری کا بندوبست کریں جو ان کی مملکت کا شہری ہے، ورنہ وہ نااہل تصور ہوں گے اور اپنی کوتاہیوں اور فرائض سے غفلت پر اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکیں گے۔

جیسا کہ سورۂ نساء میں ارشاد ہے:

"بلاشبہ تم کو اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتا ہے کہ تم اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچا دو اور جب لوگوں میں تصفیہ کرنے بیٹھو تو انصاف کے ساتھ تصفیہ کرو۔"

اس آیت میں ارباب حکومت کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان کے فرائض کیا ہیں؟ اس آیت کے دوسرے حصے میں خاص طور پر عدلیہ کے فرض منصبی کا بیان ہے، اس لئے کہ افراد کے حقوق کا تحفظ حکومت کی خصوصی ذمہ داری ہے۔

حضرت تھانویؒ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"اے اہل حکومت، خواہ تھوڑوں پر حکومت ہو خواہ بہتوں پر، بے شک اللہ تعالیٰ تم کو اس کا حکم دیتا ہے کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق جو تمہارے ذمہ ہیں، پہنچا دیا کرو اور تم کو یہ بھی حکم دیتے ہیں کہ جب محکوم لوگوں کا تصفیہ کیا کرو ایسے حقوق میں جو ان میں باہم ایک دوسرے کے ذمہ ہیں، تو عدل وانصاف سے تصفیہ کیا کرو۔"

حافظ ابن تیمیہؒ اس آیت کے سلسلے میں "السیاسۃ الشرعیہ" میں لکھتے ہیں: "پہلی آیت کے سلسلے میں علماء کا قول ہے کہ وہ اہل حکومت کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اہل حکومت کا فرض ہے کہ وہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچائیں اور لوگوں کے درمیان تصفیہ کریں تو انصاف کے ساتھ کریں۔"

بے لاگ عدل اور انصاف کی حکمرانی:

اسلامی نظامِ عدل کی تیسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہاں پر آزاد، غلام، امیر، غریب، کمزور، توانا، کالے، گورے، حاکم ومحکوم کی کوئی تفریق نہیں اور قانون کی نظر میں سب کے سب برابر حیثیت کے مالک ہیں۔ اس نظام میں بادشاہ یا امیر مملکت بھی

عدالت کے روبرو ایسے ہی کٹہرے میں کھڑا ہوگا، جس طرح ایک عام آدمی کھڑا ہوتا اور اپنے مقدمے کی پیروی کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت اُبَیّ ابن کعبؓ کے ساتھ مقدمے کے وقت امیرالمومنین حضرت عمرؓ جب حضرت زیدؓ بن ثابت کی عدالت میں پہنچے تو آپ کو دیکھ کر حضرت زیدؓ نے درمیان میں فرش پر جگہ کشادہ کردی اور عرض کیا: امیرالمومنین یہاں تشریف رکھئے، یہ بات آپ کو ناگوار گزری، جس پر آپ نے فرمایا:

''یہ پہلا ظلم ہے جو تمہارے فیصلے میں ہوا ہے، میں تو اپنے مدمقابل کے ساتھ ہی بیٹھوں گا۔''

اسلامی نظام عدل میں خود ڈاکٹر گستاولی بان، عدل کی برتری کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں ہر شخص برابر سمجھا جاتا تھا اور ایک ہی قانون سب کے لئے تھا، حضرت علیؓ خود بنفس نفیس عدالت کے سامنے مدعی بن کر آئے اور ایک شخص پر دعویٰ کیا، جس نے آپ کی زرہ چرائی تھی۔''

آگے چل کر وہ غسان کے نصرانی بادشاہ کا واقعہ لکھ کر حضرت عمرؓ کا وہ جواب جو انہوں نے بادشاہ کو دیا، یوں تحریر کرتے ہیں: ''اسلام کا قانون یہی ہے، اسلام میں نہ درجے کی عزت ہے، نہ ذات کی، کیونکہ ہمارے پیغمبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں سب برابر ہیں۔ اس لئے ان کے خلفائے میں بھی یہی روایات قائم رہیں گی۔''

حضرت عمرؓ کا خطبہ حج:

اسی پر بس نہیں بلکہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ابن الخطاب نے حج کے موقع پر پورے حدود خلافت کے گورنروں کو ایک عظیم الشان اجتماع میں یکجا کیا اور لوگوں سے خطاب فرمایا:

''سنو! اگر ان میں سے کسی نے تم لوگوں میں سے کسی پر ظلم وستم ڈھایا ہے تو اس کو چاہئے کہ آج اس مجمع میں کھڑا ہو اور مظالم کی تفصیل بیان کرے، ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے امیرالمومنین کو مخاطب کرکے عرض کیا: امیرالمومنین! آپ کے فلاں عامل نے مجھے سو کوڑے رسید کئے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے تحقیق کے بعد شکایت کنندہ سے فرمایا: اٹھو اور اپنا بدلہ لے لو۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت عمر بن العاصؓ نے عرض کیا: اے امیرالمومنین! آپ نے یہ دروازہ کھول دیا تو پھر کبھی بند نہ ہوگا، حالانکہ یہ چیز آپ کے عُمال پر بہت شاق ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا: ''کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں انصاف نہ کروں، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات اقدس کو بلاتکلف بدلے کے لئے پیش فرمادیا کرتے تھے۔'' اس کے بعد فاروق اعظمؓ نے اس مظلوم کو حکم دیا کہ اے شخص کھڑا ہوجا اور بدلہ لے لے۔''

ایسے ہی آپ نے ایک مظلوم مصری کی شکایت پر مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاصؓ کے صاحبزادے کو اس مصری کے ساتھ زیادتی کے بدلے، اسی سے کوڑے لگوائے، جب مصری نے اپنا بدلہ لے لیا تو آپ نے فرمایا: سن لو! کہ انصاف میں کسی کی تمیز نہیں ہوا کرتی، جو بھی جرم کا مرتکب ہوگا، بدلہ پائے گا۔ اس کے بعد گورنر کو مخاطب کرکے فرمایا: ''ان کی ماؤں نے انہیں آزاد پیدا کیا تھا، تم نے کب سے انہیں غلام بنالیا ہے۔''

ان حقائق سے واضح ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ نظام عدل کی سب سے بڑی خصوصیت یہی ہے کہ یہاں انسانوں کا بنا ہوا نہیں بلکہ رب العالمین کا دیا ہوا قانون نافذ ہوتا ہے۔ جس میں نہ کوئی افراط وتفریط ہے اور نہ ہی کسی کے لئے خاص امتیاز وتفریق، جو قانون فقیر کے لئے ہے، وہی بادشاہ کے لئے بھی ہے اور جو آئین سرمایہ دار کے لئے ہے، وہی ایک مزدور اور فاقہ مست کے لئے بھی، ایسے ہی جو قوانین اپنوں کے لئے ہیں، وہی غیروں کے لئے بھی، یہاں تک کہ حاکم وحکومت میں سے کوئی بھی ان سے مستثنیٰ نہیں ہے اور وہ سب پر برابر لاگو ہیں، گویا کہ یہاں پر صحیح معنوں میں عدل کی حکومت یعنی "Rule Of Justice" ہے۔

آسان اور سستا انصاف:

حضرت معاذ بن جبلؓ کو جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے ہمراہ یمن کا گورنر بنا کر روانہ کیا تو دونوں کو وصیت فرمائی:

''نرمی برتنا، دشواری پیدا نہ کرنا، خوشخبری سنانا، نفرت انگیزی نہ کرنا اور باہم متحد رہنا، آپس میں اختلاف نہ کرنا۔''

اس لئے یہ بات ہرگز جائز نہیں ہے کہ عوام کے لئے انصاف کے حصول کو مشکل بنادیا جائے اور ایسے قواعد وضوابط وضع کئے جائیں، جن سے عام آدمی اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے دوسروں کا دست نگر ہوکر رہ جائے اور عدل وانصاف تک نہ پہنچ سکے، کیونکہ یہ تو حکومت کا ایک فریضہ ہے کہ وہ اپنے باشندوں کو ہر حال میں سستا اور آسان انصاف مہیا کرے۔

اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ انتظامیہ یا عدلیہ کا ہر کارندہ اپنے دفتری کاروبار میں اس قدر دلچسپی لے گویا کہ وہ اس کا ذاتی اور گھریلو معاملہ ہے اور وہ اپنے فرائض منصبی سے اس طرح عہدہ برآ ہو کہ عدل وانصاف کے متلاشی کو آسانی سے انصاف میسر آسکے، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جو شخص عوام کی خدمت کے لئے متعین کیا جائے اور پھر وہ لوگوں کی حفاظت ونگرانی اتنی نہ کرے جتنی کہ وہ اپنے گھر والوں کی حفاظت اور نگرانی کرتا ہے تو ایسا شخص جنت کی بو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔''

☆☆..........☆☆

قرضِ حسن اور انفاق فی سبیل اللہ کا بہترین بدلہ

گزشتہ سے پیوستہ

محمد نجیب قاسمی، ریاض

اللہ کے راستے میں اعلانیہ بھی قرضِ حسن اور صدقات دیئے جاسکتے ہیں:

قرضِ حسن اور صدقات میں اصل پوشیدگی مطلوب ہے یعنی چپکے سے کسی محتاج کی مدد کرنا، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ بہت محبت کرتا ہے... ان میں سے ایک شخص وہ بھی ہے جو کسی شخص کی اس طرح مدد کرے کہ اللہ تعالیٰ اور سائل کے علاوہ کسی کو خبر تک نہ ہو۔‘‘ (ترمذی، نسائی)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’قیامت کے دن سات لوگ اللہ کے عرش کے سائے میں ہوں گے، ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو اس طرح صدقہ کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔‘‘ (بخاری، مسلم)

اس کے باوجود کہ انفاق فی سبیل اللہ میں شریعت اسلامیہ نے چھپ کر دینے کی خصوصی تعلیمات دی ہیں، لیکن بعض مواقع پر اعلانیہ خرچ کرنے میں بھی مصلحت ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے، جن میں سے بعض آیات یہ ہیں:

ترجمہ: ’’جو لوگ اپنے مالوں کو رات دن چھپ کر اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں، ان کے لئے ان کے رب کے پاس اجر ہے، اور نہ انہیں خوف ہے اور نہ غمگینی۔‘‘ (البقرۃ:۲۷۴)

ترجمہ: ’’جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اسے چھپ کر اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں.... ان ہی کے لئے عاقبت کا گھر ہے۔‘‘ (الرعد:۲۲)

ترجمہ: ’’جو کچھ ہم نے انہیں عطا فرمایا ہے، اس میں سے چھپ کر اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں، جو کبھی خسارہ میں نہیں ہوگی۔‘‘ (الفاطر:۲۹)

ان مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ ہم اعلانیہ بھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کی مدد کرسکتے ہیں، جبکہ دیگر آیات واحادیث میں چھپ کر اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب ملتی ہے.... علماء کرام نے ان آیات واحادیث کے ظاہری اختلاف کے درمیان کچھ اس طرح تطبیق دی ہے کہ زکوۃ کی ادائیگی اعلانیہ ہونی چاہئے، تاکہ اس سے دوسروں کو بھی رغبت ملے اور زکوۃ کی ادائیگی سے متعلق دوسروں کے شک و شبہات بھی دور ہوجائیں، لیکن صدقات اور قرضِ حسن کی عموماً ادائیگی چھپ کر ہی ہونی چاہئے۔

مگر اس حکمت بالغہ کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانے میں بے شمار مرتبہ زکوۃ کے علاوہ دیگر صدقات بھی اعلانیہ جمع کئے گئے ہیں۔ نیز اعلانیہ خرچ کرنے سے بچنے کی اصل حکمت یہ ہے کہ ریا اور شہرت مطلوب نہ ہوجائے، کیونکہ ریا، شہرت اور دکھاوا اعمال کی بربادی کے اسباب میں سے ہیں۔ لہٰذا خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے غریب محتاج، یتیم اور بیواؤں کی مدد کے لئے اگر کسی پروگرام میں اعلانیہ قرضِ حسن دیا جائے تو انشاء اللہ یہ دکھاوے میں نہیں آئے گا، کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو کام بھی کھلم کھلا کیا جائے وہ ریا ہی ہو، بلکہ دوسروں کو ترغیب دینے کے لئے بھی وقتاً فوقتاً اس طرح کے پروگرام منعقد ہونے چاہئیں، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ میں جنگوں کے موقعوں پر اعلانیہ صدقات جمع کئے جاتے تھے۔ اگر صدقات اور قرضِ حسن میں اللہ جل شانہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا اصل مطلوب ومقصود ہو تو کسی مصلحت سے اس کا اعلان بھی کیا جائے تو وہ انشاء اللہ ریا میں داخل نہیں ہوگا۔

قرضِ حسن یا انفاق فی سبیل اللہ کو ضائع کرنے والے اسباب:

(۱) اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول مطلوب نہ ہو۔

(۲) ریا یعنی شہرت مطلوب ہو۔

(۳) احسان جتانا مقصود ہو۔

(۴) قرضِ حسن یا صدقہ دے کر لینے والے کو طعنہ وغیرہ دے کر تکلیف پہنچائی جائے۔

لہٰذا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کسی کی مدد کی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو، جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے۔“

(البقرہ:۲۶۴)

ترجمہ: ”جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں نہ ایذا دیتے ہیں، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، ان پر نہ تو کچھ خوف ہے نہ وہ اداس ہوں گے۔“ (البقرہ:۲۶۲)

ترجمہ: ”اُن لوگوں کے مثال جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں دل کی خوشی سے خرچ کرتے ہیں۔“

(البقرہ:۲۶۵)

تنگدستی اور حاجت کے وقت میں بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں:

قرضِ حسن یا صدقات کے لئے ضروری نہیں ہے کہ ہم بڑی رقم ہی خرچ کریں یا اسی وقت لوگوں کی مدد کریں جب ہمارے پاس دنیاوی مسائل بالکل ہی نہ ہوں بلکہ تنگ دستی کے ایام میں بھی حسبِ استطاعت لوگوں کی مدد کرنے میں ہمیں کوشاں رہنا چاہئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ”جو شخص خوشحالی میں ہی نہیں بلکہ تنگ دستی کے موقع پر بھی خرچ کرتے ہیں... ان کے رب کی طرف سے اس کا بدلہ میں گناہوں کی معافی ہے اور ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔“

(آل عمران:۱۳۴)

ترجمہ: ”جو مال سے محبت کرنے کے باوجود رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والے کو دے۔“

(البقرہ:۱۷۷)

مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ مال کی محبت سے مراد مال کی ضرورت ہے، یعنی ہمیں مال کی ضرورت ہے، اس کے باوجود ہم دوسروں کی مدد کے لئے کوشاں ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے بہتر صدقہ کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: اس حال میں بھی خرچ کرو کہ تم صحیح سالم ہو اور زندگی کی توقع بھی ہو، اپنے غریب ہوجانے کا ڈر اور اپنے مالدار ہونے کی تمنا بھی ہو۔ یعنی تم اپنی ضرورتوں کے ساتھ دوسروں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی فکر کرو۔ (بخاری، مسلم)

قرضِ حسن یا انفاق فی سبیل اللہ سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدقہ کرنے سے مال میں کمی نہیں ہوتی۔ (مسلم)

کسی کی مدد کرنے سے بظاہر مال میں کمی تو واقع ہوتی ہے، لیکن درحقیقت اس سے مال میں کمی نہیں ہوتی ہے بلکہ آخرت میں بدلہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دنیا میں بھی عطا فرماتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی آیات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں تفصیل سے مذکور ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کے فضائل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے اوپر تین دن گزر جائیں اس حال میں کہ میرے پاس اس میں سے کچھ بھی باقی رہے، سوائے اس کے کہ کوئی چیز قرض کی ادائیگی کے لئے رکھ لی جائے۔ (بخاری، مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں۔ ایک دعا کرتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما، دوسرا دعا کرتا ہے، اے اللہ! مال کو روک کر رکھنے والے کے مال کو برباد کر۔ (بخاری ومسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے جیسے دو انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہوتی ہیں۔“ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسکین اور بیوہ عورت کی مدد کرنے والا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ (بخاری، مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کو ضرورت کے وقت کپڑا پہنائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے سبز لباس پہنائے گا، جو شخص کسی مسلمان کو بھوک کی حالت میں کچھ کھلائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا، جو شخص کسی مسلمان کو پیاس کی حالت میں پانی پلائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی ایسی شراب پلائے گا، جس پر مہر لگی ہوئی ہوگی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تمہارا خادم تمہارے لئے کھانا بنا کر لائے تو اسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاؤ یا اس کھانے میں سے کچھ دے دو، اس لئے کہ آگ کی تپش اور دھوئیں کی تکلیف تو اس نے برداشت کی ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ کچھ مانگنے کے لئے میرے پاس آئی، میرے پاس ایک کھجور کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا، جو میں نے اس عورت کو دے دی، اس عورت نے وہ کھجور دونوں بیٹیوں کو تقسیم کردی اور خود نہیں کھائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے پر میں نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپؐ نے ارشاد

فرمایا: جس شخص کا بیٹیوں کی وجہ سے امتحان لیا جائے اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو یہ بیٹیاں اس کے لئے جہنم کی آگ سے آڑ بنیں گی۔ (بخاری، مسلم)

معلوم ہوا کہ تمام نبیوں کے سردار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش ہے کہ ہم اپنے مال و دولت کی ایک مقدار محتاج، غریب، مسکین، یتیم اور بیوہ عورتوں پر خرچ کریں۔

عام قرض کا بیان:

اب تک اس قرض کا ذکر کیا گیا جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قرض حسن سے تعبیر کیا ہے جس سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اللہ کے بندوں کی مدد کرنا ہے۔ اب تھوڑی وضاحت عام قرض کے متعلق بھی تحریر کررہا ہوں:

اگر کوئی شخص کسی خاص ضرورت کی وجہ سے قرض مانگتا ہے تو قرض دے کر اس کی مدد کرنا باعث اجر وثواب ہے، جیسا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء کرام نے تحریر فرمایا ہے کہ ضرورت کے وقت قرض مانگنا جائز ہے اور اگر کوئی شخص قرض کا طالب ہو تو اس کو قرض دینا مستحب ہے، کیونکہ شریعت اسلامیہ نے قرض دے کر کسی کی مدد کرنے میں دنیا و آخرت کے بہترین بدلہ کی بشارت دی ہے، لیکن قرض دینے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے فائدہ کے لئے کوئی شرط نہ لگائے، مثلاً میں تمہیں قرض دیتا ہوں بشرطیکہ تم میرا فلاں کام کردو، البتہ قرض لیتے اور دیتے وقت ان احکام کی پابندی کریں جو سورۂ بقرہ کی آیت ۲۸۲ میں اللہ تعالیٰ نے بیان کئے ہیں، یہ آیت قرآن کی سب سے لمبی آیت ہے اور اس میں قرض کے احکامات ذکر کئے گئے ہیں۔ قرآن و حدیث میں متعدد جگہوں پر محتاج لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کی ترغیب دی گئی ہے:

"وافعلوا الخير لعلكم تفلحون" (الحج:۷۷)

ترجمہ: "بھلائی کے کام کرو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔"

"تعاونوا على البر" (المائدہ:۲)

ترجمہ: "اچھے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔"

☆......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کی کوئی بھی دنیاوی پریشانی دور کی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پریشانیوں کو دور فرمائے گا۔ جس نے کسی پریشان حال آدمی کے لئے آسانی کا سامان فراہم کیا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے دنیا وآخرت میں سہولت کا فیصلہ فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندہ کی مدد کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہے۔ (مسلم)

☆......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو دو مرتبہ قرضہ دیتا ہے تو ایک بار صدقہ ہوتا ہے۔ (نسائی، ابن ماجہ)

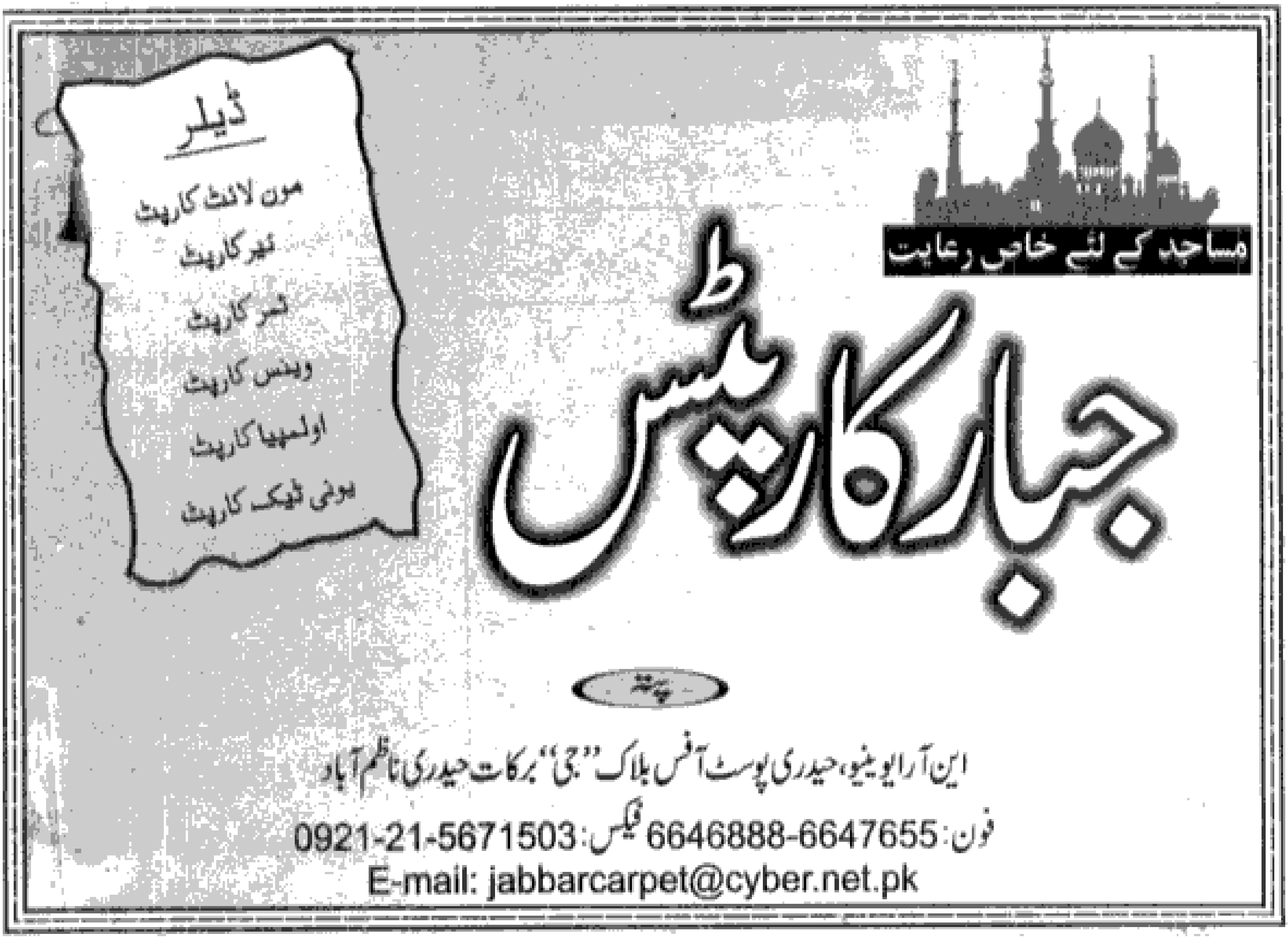

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شب معراج میں، میں نے جنت کے دروازہ پر صدقہ کا بدلہ دس گنا اور قرضہ دینے کا بدلہ اٹھارہ گنا لکھا ہوا دیکھا۔ میں نے کہا: اے جبرئیل! قرض صدقہ سے بڑھ کر کیوں ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ سائل مانگتا ہے جبکہ اس کے پاس کچھ مال موجود بھی ہو اور قرض دار ضرورت کے وقت ہی سوال کرتا ہے۔ (ابن ماجہ)

☆ حضرت ابو درداؓ فرماتے ہیں کہ میں کسی مسلمان کو دو دینار قرض دوں، یہ میرے نزدیک صدقہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے.... (کیونکہ قرض کی رقم واپس آنے کے بعد اسے دوبارہ صدقہ کیا جاسکتا ہے یا اسے بطور قرض کسی کو دیا جاسکتا ہے، نیز اس میں واقعی محتاج کی ضرورت پوری ہوتی ہے)۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی)

خلاصہ بحث:

اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کو انسان کی ایسی دنیاوی ضرورت بنائی ہے کہ عموماً اس کے بغیر انسان کی زندگی دوبھر رہتی ہے۔ مال و دولت کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو جائز کوششیں کرنے کا مکلف تو بنایا ہے مگر انسان کی جدوجہد اور دوڑ دھوپ کے باوجود اس کی عطا اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھی ہے، چاہے تو وہ کسی کے رزق میں کشادگی کردے اور چاہے تو کسی کے رزق میں تمام دنیاوی اسباب کے باوجود تنگی پیدا کردے۔

مال و دولت کے حصول کے لئے انسان کو خالق کائنات نے یوں ہی آزاد نہیں چھوڑ دیا کہ جیسے چاہو کماؤ، کھاؤ، بلکہ اس کے اصول و ضوابط بنائے تاکہ اس دنیاوی زندگی کا نظام بھی صحیح چل سکے اور اس کے مطابق آخرت میں جزا و سزا کا فیصلہ ہوسکے۔ انہیں اصول و ضوابط کو شریعت کہا جاتا ہے جس میں انسان کو یہ راہنمائی بھی دی جاتی ہے کہ مال کس طرح کمایا جائے اور کہاں کہاں خرچ کیا جائے۔

اپنے اور بال و بچوں کے اخراجات کے بعد

شرائط پائے جانے پر مال و دولت میں زکوٰۃ کی ادائیگی فرض کی گئی ہے۔ اسلام نے زکوٰۃ کے علاوہ بھی مختلف شکلوں سے محتاج لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی ترغیب دی ہے تاکہ جس معاشرہ میں ہم رہ رہے ہیں، اس میں ایک دوسرے کے رنج و غم میں شریک ہوسکیں۔ انہیں شکلوں میں سے ایک شکل قرض حسن بھی ہے کہ ہم غریبوں اور محتاجوں کی مدد کریں، یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کریں، مقروضین کے قرضوں کی ادائیگی کریں اور آپس میں ایک دوسرے کو ضرورت کے وقت قرض دیں تاکہ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ہمارے مال میں اضافہ کرے اور آخرت میں بھی اس کا اجر و ثواب دے۔

عزیز بھائیو! اس فانی دنیاوی زندگی کا اصل مطلوب و مقصود اخروی زندگی میں کامیابی حاصل کرنا ہے، جہاں ہمیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے، موت کو بھی وہاں موت آجائے گی اور جہاں کی کامیابی ہمیشہ کی کامیابی و کامرانی ہے، لہٰذا ہم:

(۱) اللہ تعالیٰ کے احکامات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر بجالائیں۔

(۲) صرف حلال رزق پر اکتفا کریں، خواہ بظاہر کم ہی کیوں نہ ہو۔

(۳) حتی الامکان مشتبہ چیزوں سے بچیں۔

(۴) زکوٰۃ کے واجب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی کریں۔

(۵) اپنے اور بال بچوں کے اخراجات کے ساتھ وقتاً فوقتاً قرض حسن اور مختلف صدقات کے ذریعہ محتاج لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔

(۶) اس بات کا ہمیشہ خیال رکھیں کہ کل قیامت کے دن ہمارے قدم ہمارے پروردگار کے سامنے سے ہٹ نہیں سکتے جب تک کہ ہم مال کے متعلق سوالات کا جواب نہ دے دیں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا!! ☆☆☆

تعلقہ ماتلی: بھیل برادری کے 37 افراد کا قبولِ اسلام

نومسلم افراد نے مولانا خواجہ خان محمدؒ کے جانشین مولانا خلیل احمد کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا

مدرسہ بیت السلام نیو مسلم شیخ کالونی میں قاری عبدالرشید رحیمی نے کلمہ پڑھایا، اسلامی نام رکھے گئے

ماتلی... (رپورٹ: سلیم راجپوت) تعلقہ ماتلی کے مختلف علاقوں میں آباد ہندو بھیل برادری کے افراد نے گزشتہ روز مدرسہ بیت السلام نیو مسلم شیخ کالونی میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابق امیر مولانا خواجہ خان محمدؒ کے فرزند ارجمند اور جانشین مولانا خواجہ خلیل احمد کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ قاری عبدالرشید رحیمی نے نومسلموں کو کلمہ پڑھایا۔ اس موقع پر جن ہندو افراد نے اسلام قبول کیا ان میں جیو کا اسلامی نام عبداللہ، سوڈی کا سکینہ، اعجاز کا محمد اعجاز، الیاس کا محمد الیاس، ملوک کا محمد یعقوب، گل شیر کا علی شیر، حسنہ کا حسینہ، مکھری کا حنیف، حلیمہ کا وحیدہ، حاجی کا خان محمد، حوا کا حوا بی بی، سانوں کا سلمان، رانو کا جان محمد، سارنگ کا محمد سلیم، عارب کا ارباب، گنڈی کا مریم بی بی، گل کا گل محمد، رانی کا رانی بی بی، گلاب کا محمد صدیق اور دیگر نومسلم افراد کا ہندو سے بدل کر اسلامی نام رکھا گیا۔ (روزنامہ اسلام کراچی ۲۴/دسمبر ۲۰۱۱ء)

تحریکِ ختم نبوت میں علماءِ حق کا شاندار کردار

مولانا سید محمد اکبر شاہ بخاری، جام پور

دارالعلوم دیوبند کے اکابرین اور متوسلین نے ہر زمانہ میں باطل اور کفریہ نظریات اور فتنوں کا بڑی جرأت واستقامت سے دلیرانہ مقابلہ کیا ہے اور برصغیر پاک و ہند کی تحاریک میں اہم اور شاندار کردار ادا کیا ہے، تحریک آزادی ہو یا تحریک خلافت، تحریک ریشمی رومال ہو یا تحریکِ پاکستان، تحریک ختم نبوت ہو یا تحریک نظام اسلام، تحریک نظام مصطفیٰ ہو یا تحریک ناموس رسالت وصحابہؓ واہلبیتؓ، اکابر علماء دیو بند نے ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر نمایاں حصہ لیا ہے، جس طرح تحریک آزادی پاکستان میں اکابر علماء ومشائخ نے قید و بند اور جلاوطنی کی صعوبتیں برداشت کیں، پھانسی کی سزاؤں کو خوش دلی سے قبول کیا اسی طرح سے تحریک ختم نبوت اور تحریک ناموس رسالت میں علماء حق اور ان کے متعلقین نے خندہ پیشانی سے پھانسی کے پھندوں کو چوم کر گلے میں ڈالا مگر ختم نبوت کے پروانوں نے شمع رسالت بجھنے نہ دی اور کسی قربانی سے دریغ نہ کیا۔

تحریک ختم نبوت کے عظیم مجاہدین میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مفتی محمد شفیعؒ، مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ، مولانا شمس الحق افغانیؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ، علامہ ظفر احمد عثمانیؒ، سید حسین احمد مدنیؒ، مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مجاہد اسلام مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا سید نور الحسن بخاریؒ، سید عطاء المنعم ابوذر بخاریؒ، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ اور مولانا خواجہ خان محمد کندیاں شریف خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان حضرات اکابر نے تحریک ختم نبوت میں جو اہم کردار ادا کیا ہے وہ ناقابل فراموش ہے۔

علاوہ ازیں ان مذکورہ بالا حضرات کے ساتھ ساتھ جن اکابر نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور تحریک ختم نبوت میں اہم کردار ادا کیا، ان میں مولانا سرفراز خان صفدرؒ، مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ، مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹکؒ، مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ، قاضی مظہر حسین چکوالیؒ، مولانا غلام اللہ خانؒ، سید عنایت اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ، علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ، مولانا ضیاء القاسمیؒ وغیرہ شامل ہیں۔

تاریخ میں ان حضرات اکابر کے شاندار کارنامے سنہری حروف سے لکھے جائیں گے، متحدہ ہندوستان میں جب مرزائیوں اور قادیانیوں نے اپنے ناپاک عزائم اور پروگرام کو پھیلانے کی کوشش کی تو امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، صدر مدرس دارالعلوم دیوبند نے مرزائیت و قادیانیت کے خلاف تحریری و تقریری موثر طور پر تحریک چلانے کا عزم کیا، اپنے ممتاز تلامذہ علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ، مفتی محمد شفیعؒ، مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری اور دیگر علماء کو تصانیف کے ذریعے اور جلسوں کے ذریعے ردقادیانیت میں حصہ لینے کی بھرپور تاکید فرمائی، علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، بنفس نفیس ختم نبوت کانفرنسوں میں شریک ہوتے رہے، ہندوستان کے متعدد علاقوں اور خصوصاً پنجاب میں بڑے بڑے جلسے کیے جن میں علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مرتضیٰ چاند پوریؒ، حضرت مفتی محمد شفیعؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تقاریر کے ذریعے عوام وخواص کو اس ناپاک منصوبے سے آگاہ فرماتے رہے، تحریری طور پر مفتی محمد شفیعؒ، مولانا ادریس کاندھلویؒ اور مولانا بدر عالمؒ نے قادیانیت کے خلاف مسلمانوں کو جو مواد فراہم کیا، تاریخ اسلام اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتی، قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں نے جب پاکستان میں اپنے ناپاک عزائم کو پھیلانے کی کوشش کی تو اکابر علماء دیو بند نے بھرپور انداز میں اس کا مقابلہ کیا اور اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے علماء حق میدان میں آ گئے اور شہر شہر قریہ قریہ مرزائیت کے خلاف جلسے اور کانفرنسیں کیں، اس پر برہم ہو کر مرزا محمود قادیانی نے ۱۹۵۲ء میں اعلان کیا تھا کہ ہم سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مفتی محمد شفیعؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ، مولانا عبدالحامد بدایونیؒ، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کو قتل کر دیں گے، اس اعلان پر علماء حق مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے فیصلہ کیا کہ قادیانیوں کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملانے کے

لئے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ اور مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ بنیادی کردار ادا کریں گے اور ان کے مکروہ عزائم سے حکومت کو مطلع کریں گے، چنانچہ مجلس عمل کے فیصلہ کے مطابق حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کو کنوینر مقرر کرکے مولانا عبدالحامد بدایونیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا محمد یوسف کلکتویؒ اور مفتی جعفر حسین مجتہد نے اپنے دستخطوں سے دعوت نامے جاری کرکے کراچی میں آل پارٹیز مسلم کانفرنس بلائی اور درج ذیل مطالبات پاس کئے:

(۱) قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

(۲) چوہدری ظفر اللہ قادیانی کو وزارت خارجہ سے علیحدہ کردیا جائے۔

(۳) مرزائیوں کو تمام کلیدی عہدوں سے ہٹادیا جائے۔

ان مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے تمام مسالک کے علماء کا کنونشن منعقد کرنے کے لئے ہر مکتب فکر کے علماء پر مشتمل ایک بورڈ تشکیل دیا گیا، اس کے ارکان میں علامہ سید سلیمان ندویؒ، مفتی محمد شفیعؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ، مرکزی جمعیت علماء اسلام پاکستان کے نمائندے شامل تھے، جمعیت اہلحدیث کی طرف سے مولانا محمد یوسف کلکتوی، مفتی داود، مولانا داؤد غزنوی اور مولانا سلطان احمد، جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے مولانا شاہ احمد نورانیؒ، مولانا عبدالحامد بدایونیؒ، احرار اسلام کی طرف سے مولانا لال حسین اخترؒ، قاضی احسان احمدؒ، الحاج ہاشم اور شیعہ تنظیم کے جعفر حسین مجتہد وغیرہ شامل ہوئے۔

جولائی ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں جلسوں کا آغاز ہوا اور ملک کے طول وعرض میں عظیم الشان تاریخی جلسے اور کانفرنسیں ہوئیں، جن میں ہر مکتب فکر کے جید علماء اور مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے مرکزی اکابرین شریک ہوتے رہے، اس تحریک کے دوران تقریباً تین سو سے زائد جلسے ہوئے جن میں مذکورہ مشاہیر علماء ختم نبوت کے موضوع پر اپنی مدلل تقاریر کے ذریعے مسلمانوں کو قادیانیت کے خلاف آگاہ کرتے رہے، مجلس عمل کے اکابر جن میں مفتی اعظم مفتی محمد شفیعؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ، مولانا عبدالحامد بدایونیؒ، مولانا سید داؤد غزنویؒ، مولانا ابوالحسنات قادری، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا سید نورالحسن بخاریؒ، مولانا یوسف کلکتوی وغیرہ حضرات حکومت پاکستان خصوصاً وزیر اعظم پاکستان خواجہ نظام الدین کو قادیانیت کے اس فتنہ سے آگاہ کرتے رہے، مگر حکومت غفلت اور عدم دلچسپی کا مظاہرہ کرتی رہی، جس کے نتیجہ میں تحریک ختم نبوت زور پکڑتی گئی جسے بزور طاقت کچل دیا گیا۔

بالآخر ۱۹۷۴ء میں علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی اور مرزائی وقادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے، قومی اسمبلی میں مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ اور دیگر مسالک ومکاتب فکر کے علماء ونمائندوں نے اس سلسلہ میں بھرپور جدوجہد کی تحریری مواد جو علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ اور قومی اسمبلی تک جن حضرات نے پہنچایا، ان میں سرفہرست علامہ مفتی جسٹس محمد تقی عثمانی مدظلہ کا نام گرامی آتا ہے۔

ان کے ساتھ مولانا سمیع الحق اور دیگر حضرات بھی معاونت کرتے رہے، الحمدللہ! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، مجلس احرار اسلام اور دیگر جماعتیں آج بھی قادیانیت کے خلاف سینہ سپر ہیں، مولانا خواجہ خان محمدؒ اور ان کے رفقاء نے ختم نبوت کے لئے بڑا کام کیا تھا، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے امیر ہیں اور شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری اور دیگر علماء شب وروز تحفظ ختم نبوت کے مجاہدین کی صف میں بڑی سرگرمی سے آج بھی کوشاں ہیں اور مرزائیت کو پوری دنیا سے ختم کرنے کی تگ ودو میں مصروف ہیں۔ الغرض اکابر علماء ہند دیوبند ہر محاذ پر اسلام کی عظمت و سربلندی کے لئے مصروف عمل ہیں اور تقریر اور تحریر کے ذریعے ہر باطل کے خلاف سینہ سپر نظر آتے ہیں، دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں، جن کے ذریعے دین اسلام کا پرچم سربلند ہے اور حضرت مولانا سلیم اللہ خان اور قاری محمد حنیف جالندھری وفاق المدارس پاکستان کے قائدین میں سے ہیں، حق تعالیٰ شانہ ہمارے اکابر کا سایہ مبارک تادیر سلامت رکھے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ ☆☆

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی
فون: 32545573

انگریزی اخبارات میں

قادیانیوں کی بے جا حمایت!

محمد متین خالد

المیہ یہ ہے کہ پاکستان ایسی اسلامی نظریاتی مملکت میں بیشتر انگریزی اخبارات ورسائل اسلام اورنظریۂ پاکستان کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں۔ آج تک ان کے خلاف حکومت یا کسی ادارہ نے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ یہ لوگ مغرب میں سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کی غیر معمولی پذیرائی دیکھ کر ایسے مضامین لکھتے ہیں اور اس کی آڑ میں بے پناہ مراعات حاصل کرتے ہیں۔ صد حیف کہ ایسے لوگ صحافت کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔ قادیانی جماعت کے دوسرے خلیفہ مرزا محمود نے ۱۹۵۲ء میں اپنی جماعت کو ہدایت کی تھی کہ ہمارا تناسب فوج میں دوسرے محکمہ جات سے بہت زیادہ ہے، لیکن پھر بھی ہمارے حقوق کی حفاظت پوری طرح سے نہیں ہوسکتی۔ اس لئے باقی محکمہ جات پولیس، ریلوے، فنانس، اکاؤنٹس، کسٹمز، انجینئرنگ وغیرہ تمام محکموں میں ہمارے آدمیوں کو جانا چاہئے۔ اس تحریک کو آگے بڑھاتے ہوئے ۱۰/فروری ۲۰۰۶ء کو لندن کی قادیانی عبادت گاہ میں قادیانی جماعت کے پانچویں خلیفہ مرزا مسرور نے دنیا بھر کے قادیانیوں کو ہدایت کی کہ وہ صحافت کا شعبہ اپنائیں۔ اس تحریک کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے ہاں انگریزی صحافت میں زیادہ تر قادیانیوں کا غلبہ ہے، جو اسلام اور پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کو منہدم کرنے میں مصروف عمل ہیں۔

کوئی دن خالی نہیں جاتا جب کسی نہ کسی انگریزی اخبار میں آئین میں قادیانیوں کو تمام سیاسی جماعتوں کی طرف سے متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے والی ترمیم واپس لینے، قانون ناموس رسالت اور حدود قوانین ختم کرنے، آئین سے قرارداد مقاصد کو کالعدم قرار دینے، پاکستان کو ایک سیکولر مملکت بنانے، ناچ گانے کو سرکاری سرپرستی دینے، دینی مدارس پر پابندی لگانے، اسرائیل کو تسلیم کرنے، ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو قومی ہیرو قرار دینے، تعلیمی نصاب سے اسلامیات کا مضمون ختم کرنے، بسنت اور ویلنٹائن ڈے قومی سطح پر منانے، اسکولوں میں فیشن شو کرنے، نیو ایئر نائٹ منانے، گھر سے بھاگ کر شادی کرنے والے لڑکے لڑکی کو قانونی تحفظ دینے، اسقاط حمل کی اجازت دینے، کنڈوم کلچر کو فروغ دینے، شریعت اسلامیہ کو ناقابل عمل قرار دلوانے، جہاد کو دہشت گردی قرار دینے، ہم جنس پرستی کو فروغ دینے، طوائفوں کو جنسی ورکر قرار دینے، مشترکہ خاندانی نظام کو سبوتاژ کرنے، شراب پر پابندی ہٹانے، عارضی شادی کی اجازت دینے، بھارتی فلموں کی نمائش پر پابندی ہٹانے، آئین پاکستان سے اسلامی دفعات ختم کرنے، صدر اور وزیر اعظم کے لئے مسلمان ہونے کی شرط ختم کرنے، مردوں کی دوسری شادی پر پابندی لگانے، پاک بھارت کرنسی ایک کرنے، ایٹمی پروگرام ختم کرنے، پاک فوج کے موٹو جہاد، تنظیم، اتحاد کو تبدیل کرنے کے بارے میں کوئی نہ کوئی اسٹوری یا مضمون شائع نہ ہوتا ہو۔

افسوس کی بات ہے کہ ان میں Dialy Express Tribune سب سے پیش پیش ہے۔ حال ہی میں اس اخبار نے قادیانیوں کی حمایت میں یہ واویلا کیا ہے کہ قادیانی روزنامہ الفضل چناب نگر (ربوہ) کو شعائر اسلامی استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔ اخبار کا کہنا ہے کہ اگر قادیانی روزنامہ الفضل اسلامی شعائر استعمال کرے تو اس پر مقدمہ درج ہوجاتا ہے، جو کہ سراسر زیادتی ہے۔ ایکسپریس ٹریبون کی انتظامیہ کو معلوم ہونا چاہئے کہ قادیانی اخبارات وجرائد پر شعائر اسلامی استعمال کرنے کی پابندی خود اعلیٰ عدلیہ نے لگائی ہے۔ چنانچہ قادیانیوں کی حمایت میں ان کا واویلا براہ راست توہین عدالت کے زمرے میں آتا ہے۔

سابق وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، لیکن اس کے باوجود قادیانی مسلسل شعائر اسلامی استعمال کررہے تھے۔ غیر مسلم ہونے کے باوجود اپنی عبادت گاہ کو مسجد، مرزا قادیانی کو نعوذ باللہ نبی اور رسول، مرزا قادیانی کی بیوی کو ام المومنین، مرزا قادیانی کے دوستوں کو صحابہ، قادیان کو مکہ، ربوہ کو مدینہ، مرزا قادیانی کی باتوں کو احادیث، مرزا قادیانی پر اترنے والی نام نہاد وحی کو قرآن مجید اور محمد رسول اللہ سے مراد مرزا قادیانی لیتے تھے، چنانچہ ۲۶/ اپریل ۱۹۸۴ء کو حکومت نے مسلمانوں کے پرزور مطالبہ پر امتناع قادیانیت آرڈی نینس جاری کیا، جس میں قادیانیوں کو شعائر اسلامی کے

استعمال سے قانوناً روکا گیا۔ اس آرڈی نینس کے نتیجہ میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸-بی اور ۲۹۸-سی کے تحت کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتا، اپنے مذہب کو اسلام نہیں کہہ سکتا، اپنے مذہب کی تبلیغ و تشہیر نہیں کرسکتا اور شعائر اسلامی وغیرہ استعمال نہیں کرسکتا۔ خلاف ورزی کی صورت میں وہ تین سال قید اور جرمانہ کی سزا کا مستوجب ہوگا۔

قادیانیوں نے اپنے خلیفہ مرزا طاہر کے حکم پر اس آرڈی نینس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پوری ملک میں شعائر اسلامی کی توہین کی اور آرڈی نینس کے خلاف ایک بھرپور مہم چلائی۔ جس کے نتیجہ میں پاکستان کے اکثر شہروں میں لا اینڈ آرڈر کی صورت حال پیدا ہوئی۔ قادیانی قیادت نے اس آرڈی نینس کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا۔ عدالت نے اپنے فیصلہ میں قرار دیا کہ قادیانیوں پر پابندی بالکل درست ہے۔ اس کے بعد قادیانیوں نے اس آرڈی نینس کو چاروں صوبوں کی ہائیکورٹس میں چیلنج کیا، یہاں پر بھی عدالتوں نے دونوں طرف کے دلائل سننے کے بعد قرار دیا کہ آرڈی نینس بالکل قانون کے مطابق ہے۔ قادیانیوں کو آئین میں دی گئی اپنی حیثیت تسلیم کرتے ہوئے شعائر اسلامی استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ آخر میں قادیانیوں نے ان تمام فیصلوں کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا اور یہ موقف اختیار کیا کہ ہمیں آئین کے مطابق آزادی حاصل ہے، لیکن ہمیں شعائر اسلامی استعمال کرنے کی اجازت نہیں، لہٰذا عدالت تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸-بی اور ۲۹۸-سی کو کالعدم قرار دے۔ سپریم کورٹ کے فل بنچ نے اس کیس کی مفصل سماعت کی۔ دونوں طرف سے دلائل دیئے گئے۔ قادیانیوں کی اصل کتابوں سے متنازعہ ترین حوالہ جات پیش کئے گئے۔ اس کے بعد سپریم کورٹ نے اپنے تاریخی فیصلہ ظہیر الدین بنام سرکار (1993 SCMR 1718) میں قرار دیا کہ کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتا اور نہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرسکتا ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں وہ سزا اور جرمانے کا مستوجب ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ جج صاحبان کسی دینی مدرسہ یا اسلامی دارالعلوم کے استاد نہیں تھے، بلکہ انگریزی قانون پڑھے ہوئے تھے۔ ان کا کام آئین و قانون کے تحت انصاف مہیا کرنا ہوتا ہے۔ فاضل جج صاحبان کا یہ بھی کہنا تھا کہ قادیانی اسلام کے نام پر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں، جبکہ دھوکا دینا کسی کا بنیادی حق نہیں ہے اور نہ اس سے کسی کے حقوق یا آزادی سلب ہوتی ہے۔

سپریم کورٹ نے اپنے تاریخی فیصلہ میں لکھا:

''ہر مسلمان کے لئے جس کا ایمان پختہ ہو، لازم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے بچوں، خاندان، والدین اور دنیا کی ہر محبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے۔'' (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان)

''کیا ایسی صورت میں کوئی کسی مسلمان کو مورد الزام ٹھہرا سکتا ہے، اگر وہ ایسا دل آزار مواد جیسا کہ مرزا قادیانی نے تخلیق کیا ہے، سننے، پڑھنے یا دیکھنے کے بعد اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے؟''

''ہمیں اس پس منظر میں قادیانیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے موقع پر قادیانیوں کے علانیہ رویہ کا تصور کرنا چاہئے اور اس ردعمل کے بارے میں سوچنا چاہئے، جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہوسکتا تھا، اس لئے اگر کسی قادیانی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا علانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور ''رشدی'' (یعنی رسوائے زمانہ گستاخ رسول ملعون سلمان رشدی) تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان، مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی قادیانی سرعام کسی بیلے کارڈ، بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے یا دیوار یا نمائشی دروازوں یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ علانیہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے، جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز نقص امن عامہ کا موجب بن سکتی ہے، جس کے نتیجہ میں قادیانیوں کے جان و مال کا نقصان ہوسکتا ہے۔ ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ قادیانیوں کو اپنی شخصیات، مقامات اور معمولات کے لئے نئے خطاب، القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخرکار ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں اور دیگر برادریوں نے بھی تو اپنے بزرگوں کے لئے القاب و خطاب بنا رکھے ہیں اور وہ اپنے تہوار امن و امان کا کوئی مسئلہ یا الجھن پیدا کئے بغیر پُرامن طور پر مناتے ہیں۔'' (ظہیر الدین بنام سرکار 1993 SCMR 1718)

افسوس ہے کہ قادیانی آئین میں دی گئی اپنی حقیقت کو ماننے سے انکاری ہیں۔ وہ سپریم کورٹ کے فیصلے کو بھی تسلیم نہیں کرتے، بلکہ الٹا مسلمانوں کا تمسخر اڑاتے ہیں اور انہیں سرکاری مسلمان ہونے کا طعنہ دیتے ہیں۔ یہی وہ آئین اور قانون شکنی ہے، جس کی وجہ سے بعض اوقات لا اینڈ آرڈر کی صورت پیدا ہوتی ہے، اس سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ بعض اخبارات و رسائل قادیانیوں کی آئین و قانون شکنی کا نوٹس لینے کی بجائے ان کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کرتے ہیں، پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے!

(روزنامہ اسلام کراچی، ۱۹/دسمبر ۲۰۱۱ء)

ایک قادیانی کے سوال کا مفصل جواب

مولانا غلام رسول دین پوری

جناب کا مرسلہ دو صفحات کا مضمون ملا، جس میں دو آیات سے آپ نے وفات عیسیٰ (علیہ السلام) کو ثابت کیا، جبکہ تیسری آیت اور اس کا ترجمہ مع تشریح "مرزا بشیر الدین محمود" کی "تفسیر صغیر" سے نقل محض کر کے چھوڑ دی، اس سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا، اب میں ہو بہو آپ کی عبارت نقل کر کے جواب دیتا ہوں، ملاحظہ ہو:

قادیانی سوال:

"اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ" (آل عمران)

...جب اللہ نے کہا: اے عیسیٰ! یقیناً میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں...

یہاں "مُتَوَفِّيْكَ" پہلے آیا ہے اور "وَرَافِعُكَ" بعد میں ہے، اگرچہ "رَافِعُكَ" سے مراد درجہ کی بلندی ہوتی ہے، لیکن جو اصرار کرتے ہیں کہ اس سے جسمانی رفع مراد ہے، ان کے خلاف یہ محکم دلیل ہے کہ پہلے وفات ہوئی بعد میں اٹھائے گئے، لہٰذا ثابت ہوا کہ یہاں جسمانی رفعت مراد ہے۔

جواب: قرآن پاک کی تفسیر اور اس کے سمجھنے کے لئے چودہ صدیوں کے (سوائے مرزائیوں کے) مفسرین کا مسلم اصول ہے اور امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ) وامت مسلمہ کے علماء حق کا یہ طرز رہا ہے اور اب بھی ہے کہ کسی آیت کی تفسیر کرنی یا اس آیت کو سمجھنا ہو تو اس کے لئے چند چیزیں معیار قرار دیتے ہیں:

۱:... خود قرآن پاک سے تفسیر کرنا۔

۲:... حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ سے تفسیر کرنا۔

۳:... صحابہ کرامؓ کے اقوال سے تفسیر کرنا (کیونکہ انہوں نے نزول قرآن کا مشاہدہ کیا ہے)۔

۴:... تابعین رحمہم اللہ کے اقوال سے تفسیر کرنا۔

۵:... ان ائمہ تفاسیر کی تفسیروں کے ذریعہ تفسیر کرنا جن کی عمریں تفسیری میدان کی سیاحت میں ختم ہوگئیں، مثلاً ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ، ابن ماجہؒ، حاکمؒ، ابن حبانؒ، ابن المنذرؒ، ابن کثیرؒ، امام جلال الدین سیوطیؒ وغیرہم۔ یہ تفسیر کے مسلّمہ اور قابل اعتماد پانچ معیار ہیں جو تفسیر ان معیاروں کے مطابق ہے وہ قابل اعتماد ہے، اگر ان معیاروں کے مطابق نہ ہو تو وہ صرف درست نہیں بلکہ قرآن پاک کی تحریف اور زندقہ والحاد ہے، اسے تفسیر بالرائے بھی کہا جاتا ہے اور حدیث میں ہے:

"مَنْ تَكَلَّمَ فِى الْقُرْاٰنِ بِرَاْيِهٖ فَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَاَ" ...جو شخص قرآن کی تفسیر میں اپنی رائے سے کلام کرے اور (اتفاقاً) تفسیر صحیح بھی کر دے تب بھی اس نے خطا کی...

اور مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب "برکات الدعا" میں قرآن پاک کی تفسیر کے لئے سات معیار لکھے ہیں:

(۱) اول معیار تفسیر صحیح کا شواہد قرآنی ہیں۔

(۲) دوسرا معیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر ہے۔

(۳) تیسرا معیار صحابہؓ کی تفسیر ہے۔

(۴) چوتھا معیار خود اپنا نفس مطہر لے کر قرآن میں غور کرنا۔

(۵) پانچواں معیار لغت عرب بھی ہے۔

(۶) چھٹا معیار روحانی سلسلہ کے سمجھنے کے لئے جسمانی سلسلہ ہے۔

(۷) ساتواں معیار وحی ولایت اور مکاشفات محدثین ہیں۔ (برکات الدعا، ص:۱۷ تا ۱۹، روحانی خزائن ج:۶ ص: ایضاً)

ان میں سے معیار (۴) اور معیار (۷) تو مرزا قادیانی کی اپنی ایجاد ہے اور باقی چار معیار اتفاقی ہیں۔ اگر آپ بھی کم از کم مرزا قادیانی کی درج کردہ ترتیب کے مطابق عمل کر لیتے تو یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل نہ بنتے بلکہ حیات کے قائل بن کر مرزائیت سے تائب ہو جاتے۔

اب میں سورہ آل عمران کی مکمل آیت بلکہ اس سے بھی پہلے کی آیت بمع صحیح ترجمہ نقل کرتا ہوں، (آپ نے تو اپنے جی کی بات اور اپنے نفس کے مطابق جملے نقل کر کے اپنی مرضی کا ترجمہ کیا ہے) اور مختصر تفسیر لکھتا ہوں، اگر آپ ذرا یکسو ہو کر خوف خدا دل میں رکھ کر بغور پڑھیں گے تو ان شاء اللہ راہ راست پر آجائیں گے اور مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی اور خود ساختہ نبوت پر چار حرف (لعنت) بھیج کر حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ○ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ.'' (آل عمران:۵۴،۵۵)

ترجمہ: ''اوران کافروں نے تدبیر کی اور اللہ نے بھی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر سب سے بہتر ہے، جس وقت کہا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ میں تجھ کو پورا پورا لے لوں گا، اور اٹھالوں گا تجھ کو اپنی طرف، اور پاک کروں گا تجھ کو کافروں سے، اور رکھوں گا ان کو جو تیرے تابع ہیں غالب ان لوگوں سے جو انکار کرتے ہیں قیامت کے دن تک، پھر میری طرف ہے تم سب کا لوٹ کر آنا، پھر فیصلہ کروں گا تمہارے درمیان جس بات میں تم جھگڑتے ہو۔''

تفسیر: ''مکر'' کہتے ہیں لطیف وخفیہ تدبیر کو، مطلب یہ ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو پکڑنے اور قتل کرنے کی ناپاک اور خفیہ تدبیریں کیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی ایسی تدبیر فرمائی جوان کے وہم وگمان سے بالا وبرتر تھی وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صحیح وسالم آسمان پر اٹھالیا، یہودیوں نے جب مکان کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اٹھانے سے قبل تسلی دی اور چند وعدے فرمائے:

۱:... ''اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ'' (میں آپ کو پورا پورا لے لوں گا) اس جملہ میں ''تَوَفِّی: وَفَاۃٌ'' سے مشتق ہے، جس کا معنی ''پورا کرنا'' ہے، یہ مادہ (وفاء) جہاں کہیں پایا جائے گا ''اتمام'' و''اکمال'' کے معنی میں ہوگا، دیکھئے! قرآن پاک میں ہے:

۱:... ''اَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِکُمْ'' (البقرہ:۴۰)

ترجمہ: ''تم میرے عہد کو پورا کرو، میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔''

۲:... ''یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ'' (الدھر:۷)

ترجمہ: ''اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں۔''

۳:... ''وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ'' (آل عمران:۱۸۵)

ترجمہ: ''اور بے شک تم کو پورا پورا اجر دیا جائے گا قیامت کے دن۔''

سمجھنے کے لئے یہ تین آیات کافی ہیں، اگر بالفرض ''تَوَفِّی'' کا معنی موت ہو تو مذکورہ آیات ودیگر آیات قرآنیہ کا کیا ترجمہ کروگے؟

نیز جمیع اہل لغت (مثلاً صاحب لسان العرب، صاحب تاج العروس، صاحب مفردات القرآن، صاحب اساس البلاغۃ، صاحب الجواب الصحیح وغیرہم) نے یہ فرمایا ہے کہ ''تَوَفِّی'' کا معنی ''اِستیفاء'' اور ''اَخذُ الشَّیْئِ وَافِیًا'' (یعنی شے کو پورا پورا لینا) ہے اور تمہارے مسیح مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کا ترجمہ ''میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا'' کیا ہے۔ (دیکھئے براہین احمدیہ ص:۵۲۰، روحانی خزائن ج:۱، ص:۶۲۰)

اور اسی کتاب کے ایک مقام پر لکھا: ''حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے۔'' (براہین ص:۵۰۵، خزائن ج:۱، ص:۶۰۱)

اور تیسرے مقام پر لکھا ہے: ''اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔'' (ص:۴۹۹، خزائن، ج:۱، ص:۵۹۳) اگر ''تَوَفِّی'' کا معنی وفات یا موت ہے تو مرزا قادیانی نے یہ ترجمے کیوں کئے؟

چیلنج:

اگر آپ سے یا کسی بھی مرزائی سے یہ ممکن ہو تو کسی لغت کی کتاب چودہ صدیوں کے معتبر مفسرین کی کسی تفسیر سے ''تَوَفِّی'' کا حقیقی معنی ''وفات'' یا موت دکھادو؟ میرا دعویٰ ہے کہ دنیا کی کسی تفسیر اور لغت کی کتاب (بجز قادیانی کتب کے) میں ''تَوَفِّی'' کا معنی وفات یا موت نہیں۔

حاصل: اس پہلے وعدہ کا یہ ہوا کہ اے عیسیٰ (علیہ السلام) آپ گھبرائیں نہیں، میں آپ کو ان یہودی ناپاک سازشوں سے بچا کر اس طرح آپ کو لے لوں گا کہ یہ آپ کا بال بھی بیکا نہیں کرسکیں گے، اگر مان لیا جائے کہ ''تَوَفِّی'' بمعنی وفات یا موت ہے تو یہ تسلی کیسے ہوگی؟ یہود بھی قتل کے درپے ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی فرمائیں کہ میں تجھے وفات دے دوں گا تو وعدۂ حفاظت اور تسلی کیا ہوئی؟ یہ تو الٹا دھمکی ہوجائے گی۔

۲:... ''وَرَافِعُکَ اِلَیَّ'' (اور میں تجھ کو اپنی جانب اٹھالوں گا) جیسے ''اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ'' میں خطاب جسم مع الروح کو ہے، اسی طرح اس جملہ میں بھی خطاب جسم مع الروح کو ہے، مطلب یہ ہے کہ: اے عیسیٰ (علیہ السلام) میں تجھ کو اپنی طرف اٹھا کر ایسی جگہ رکھوں گا، جہاں میرے فرشتے رہتے ہیں، وہاں کسی انسان کی رسائی نہیں ہوسکتی۔

مفسرین ومحدثین اور مورخین حضرات کا اس پر اتفاق ہے کہ ان آیات میں جہاں یہود کی تردید ہے، وہاں نصاریٰ نجران کا بھی رد ہے، کیونکہ نصاریٰ نجران کا

عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر اٹھائے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ میں نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا اور عقیدۂ صلیب کی تردید فرمائی کہ وہ سولی نہیں چڑھے اور سورۂ نساء میں اور وضاحت کے ساتھ رد فرمایا: ”وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ“ (اور نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ انہوں نے اس کو سولی چڑھایا) ”وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا“ (یکی بات ہے انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا) جب نہ قتل ہوئے اور نہ صلیب چڑھے تو پھر کیا ہوا؟ آگے فرمایا: ”بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ“ (بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا) سورۂ آل عمران کی آیت اور سورۂ نساء کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی ہوا ہے، لہٰذا مذکورہ بالا آیات جسمانی رفع کے قائلین کے لئے محکم اور ٹھوس دلیلیں ہیں نہ کہ ان کے خلاف جیسا کہ آپ نے لکھا ہے، نیز آپ نے صغریٰ، کبریٰ ملا کر اور حد اوسط کو گرا کر جو نتیجہ نکالا ہے، اسے آپ بار بار پڑھیں آپ نے لکھا: ”لہٰذا ثابت ہوا کہ یہاں جسمانی رفعت مراد ہے“ یہ بھی قائلین رفعت جسمانی کی محکم تائید ہے۔

اگر آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ پہلے وفات ہوئی بعد میں اٹھائے گئے جیسا کہ آپ نے لکھا: ”پہلے وفات ہوئی بعد میں اٹھائے گئے۔“ اور نصاریٰ نجران کا بھی یہی عقیدہ تھا تو سوال آپ سے یہ ہے کہ آپ کا عقیدہ صحیح ہے یا نصاریٰ نجران کا؟ اور آپ نے یہ بھی لکھا کہ ”یہاں جسمانی رفعت مراد ہے“ اور اس سے پہلے آپ نے لکھا: ”رَفْعُکَ سے مراد درجہ کی بلندی ہوتی ہے“ اب اتنی متضاد باتیں آپ نے بیک قلم مختصر عبارت میں لکھ دی ہیں: (۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات، (۲) درجہ کی بلندی، (۳) جسمانی رفعت نامعلوم آپ نے کس مفسر سے یہ تفسیر سمجھی ہے؟ اب فیصلہ آپ کریں اور اپنا عقیدہ واضح کریں کیا آپ نے عیسائیت کی تائید میں یہ لکھا؟ اور ان کی طرف اپنی نسبت کی یا مرزا قادیانی کی طرف اپنی نسبت قائم کرکے اس کی روح کو ایصال ثواب کیا ہے؟ نیز ”رفعت“ سے اگر درجہ کی بلندی مراد ہے تو یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہوئی؟ یہ تو تمام مومنین، صالحین، نیک بختوں، علماء کرام اور اعمال صالحہ کو حاصل ہے! تفصیل کے لئے قرآن پاک کی آیات کو بغور اور بار بار پڑھیں! اگر فہم و عقل کا کوئی ذرہ حاصل ہے تو اس قدر اختصار سے آپ سمجھ جائیں گے:

بارِ خاطر ہو تو قرآن و حدیث کا ارشاد بُرا
دل کو بھا جائے تو مرزا کی خرافات اچھی

۳:... تیسرا وعدہ ہے: ”وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا“ (اور تجھ کو کافروں سے پاک کروں گا)۔ حق تعالیٰ کا یہ وعدہ بھی دو طرح سے پورا ہوا: یہود بے بہبود کے ناپاک ہاتھوں اور سازشوں سے پاک رکھ کر آسمان پر اٹھالیا۔

حضور سرورِ دو عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور یہود کے ان تمام تر الزامات کو غلط قرار دے کر رد فرمادیا جو حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام اور ان کی والدہ مطہرہ پر لگائے تھے، مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا دعویٰ، بن باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے نسب پر طعنہ زنی کرنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ صدیقہ حضرت مریم علیہا السلام کی پاکدامنی پر الزام وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب چیزوں سے انہیں آج تک پاک رکھا، اسی طرح مرزائی اور قادیانی جو جو الزامات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لگاتے ہیں، امت مسلمہ ان کے دفاع میں آج بھی کام کررہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک قریہ قریہ، شہر شہر، محراب و منبر پر سنارہی ہے کہ ”اِنَّ عِيْسٰى (عليه السلام) لَمْ يَمُتْ وَاِنَّهُ رَاجِعٌ اِلَيْكُمْ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ“ (ابن جریر، ج:۳، ص:۲۸۹، درمنثور، ج:۲، ص:۳۶، ابن کثیر، ج:۱، ص:۳۶۶)... (کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی نہیں فوت ہوئے وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف ضرور لوٹ کر آئیں گے) اور قادیانیت جیسے کفر سے آلۂ خداوندی کی حیثیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تطہیر کررہی ہے۔ یاد رکھیں! اس حوالہ میں ”ابن کثیر“ اور ”امام جلال الدین سیوطیؒ“ (صاحب درمنثور) دونوں قادیانیوں کے نزدیک مجدد ہیں اور ابن جریر کو مرزا قادیانی نے رئیس المفسرین تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے آئینہ کمالات اسلام ص:۱۶۸، خزائن، ج:۵، ص:۱۶۸)

آپ سے سوال ہے کہ اگر بالفرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں تو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان مبارک دکھائیں؟ جس میں بصراحت ہو: ”ان عيسىٰ (عليه السلام) قد مات۔“

۴:... چوتھا وعدہ ہے: ”وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ“ (اور آپ کے متبعین کو آپ کے منکرین پر قیامت تک غالب رکھوں گا) الحمدللہ! یہ وعدہ بھی آج تک پورا ہوا اور تا قیامت ہوتا رہے گا کہ مسلمان اور وہ نصاریٰ جو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان لائے یہود پر غالب ہیں اور ان شاء اللہ تا قیامت غالب رہیں گے۔ اس جملہ میں اتباع سے مراد حضرات مفسرین کی تحقیق کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اعتقاد و اقرار ہے اور بحمداللہ! جمیع مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے معتقد ہیں، اس وقت یہود اور یہودیوں کے پیروکار امت مرزائیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی منکر ہے اور امت مرزائیہ پوری دنیا میں خوار و ذلیل اور مغلوب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اہل اسلام کو پوری دنیا میں عزت وغلبہ بخشا ہوا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

(جاری ہے)

جناب مولانا وحید الدین خان صاحب کی

بے خبری یا تجاہلِ عارفانہ؟

گزشتہ سے پیوستہ

مفتی محمد سعید خان اسلام آباد

اس لئے یہ دو گروؤں کی مثال آپ کے موقف کی تائید نہیں کرتی۔ ان کے عقائد میں بیسیوں کفر شامل ہیں۔ بالفرض وہ نبوت کا دعویٰ کر بھی دیتے تو کیا ہوتا؟ اور جب انہوں نے نہیں کیا تو کیا وہ مسلمان ہو گئے؟ ان کے لئے صرف ختم نبوت پر ایمان لانا ہی ضروری نہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی ایمانیات کے ہر ہر جزو پر ایمان لانا ضروری تھا' جب کہ مرزا صاحب تو اصلاً مرتد ہو گئے تھے اور انہوں نے اپنے دعوائے نبوت کے لئے جو مدارج طے کرنے کا دعویٰ فرمایا' اپنے اس دعوے کا سفر کیسے طے کیا' ان کی منازل اور پڑاؤ کیا تھے' اس کی تفصیل بھی آتی ہے۔

آمدم بر سر مطلب کہ گروؤں نے دعوائے نبوت کیا یا نہیں کیا' جناب مرزا غلام احمد قادیانی نے بہت دھڑلے سے دعوائے نبوت کیا۔ اور جناب مولانا وحید الدین خان صاحب نے دو گروؤں کی مثال دے کر جو مرزا صاحب کے دعوائے نبوت کے جرم میں تخفیف اور ان کا دفاع کرنے کی کوشش کی ہے' یہ بالکل درست نہیں ہے۔ دونوں معاملات (cases) الگ الگ ہیں۔ تقریبِ تفہیم کے لئے فقہ کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے تا کہ ناواقف لوگ اور خود جناب مولانا وحید الدین خان صاحب کے قارئین اس فرق کو جان سکیں کہ شرعی مسائل میں مسلمانوں اور غیر مسلموں میں' حتیٰ کہ غیر مسلم جو نبوت کے قائل نہ ہوں اور وہ غیر مسلم جو اہل کتاب ہوں' ہر ایک کے درمیان شریعت نے فرق کیا' ہر ایک کو اس کے مقام پر رکھا ہے اور ہر ایک سے عدل کیا گیا ہے۔ مثال یہ ہے کہ کسی مسلمان شخص کی مسلمان بیوی اپنی عادت کے مطابق ایام سے فارغ ہو گئی تو شوہر سے اس کی قربت صحیح معنی میں اس وقت جائز ہو گی جب وہ عورت یا تو غسل کرے اور یا پھر اس پر کم سے کم ایک نماز کا وقت گزر جائے۔ اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوئیں تو شوہر سے قربت اگرچہ جائز ہو' لیکن کچھ زیادہ پسندیدہ نہیں اور یہی صورت اگر کسی اہل کتاب عورت (کتابیہ) کے ساتھ پیش آ جائے تو اس کی عادت کے مطابق جب اس کے ایام پورے ہو گئے تو شوہر کی اس سے قربت فوری طور پر جائز ہو جائے گی' کیونکہ نہ تو اس عورت کے لئے غسل کا حکم ہے اور نہ ہی نماز کا۔ وہ جب مسلمان ہی نہیں تو اسلام اسے اپنی فروعات کا پابند نہیں کرتا۔

یہ تو ایک فروعی مثال ہے جب کہ ختم نبوت کا عقیدہ قطعی عقائد میں سے ہے۔ اسلام ان دونوں گروؤں سے مکمل مسلمان ہونے کا مطالبہ کرتا ہے۔ نہ یہ کہ وہ صرف ختم نبوت کے عقیدے پر قائم رہیں تو ان کا یہ عقیدہ قابل قبول ہے۔ اور اسلام مرزا غلام احمد قادیانی سے عمر بھر یہ مطالبہ کرتا تھا کہ وہ اپنے دعوائے نبوت سے دستبردار ہو کر توبہ کریں' اور اگر ان کے بقیہ عقائد درست ہیں تو پھر وہ مسلمان ہیں۔ اور اب بھی ہمارا مطالبہ ان کے ماننے والے دونوں گروہوں لاہوریوں اور قادیانیوں سے یہی ہے کہ وہ مرزا صاحب کو مرتد مان کر ان کے دعوائے نبوت کی تکذیب کریں اور حضرت رسالت مآب ﷺ کو خاتم النبیین ﷺ مانیں اور اس عقیدۂ ختم نبوت کی وجہ سے نزول مسیح وغیرہ دیگر ضروریات عقائد دین و اسلام کا اقرار کریں۔

قادیانی یا لاہوری حضرات کے مسلمان ہونے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک کسی بھی غیر مسلم کے مسلمان ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ جس دین کو چھوڑ کر مسلمان ہو رہا ہے' اس دین سے بیزاری کا اظہار بھی کرے۔ چنانچہ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کوئی غیر مسلم کیسے مسلمان ہو؟ تو انہوں نے فرمایا: وہ پہلے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت رسالت مآب ﷺ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول ہیں' اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وحی میں آیا ہے اسے ماننے کا اقرار کرے' اور جس دین کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو رہا ہے' اس دین سے بیزاری کا اظہار کرے۔

(فقال یقول اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله ویقر بما جاء من عند الله ویتبرأ من الذی انتحله کذا فی البحر عن شرح الطحاوی وصرح فی العنایة بأن التبری بعد الاتیان بالشهادتین. (حاشیہ درر الحکام شرح غرر الأحکام' کتاب الجهاد' باب المرتد' ج:۱' ص:۳۰۱)

اس سلسلے میں علامہ شامی قدس اللہ سرہ السامی نے جو بحث کی ہے' اسے بھی ملاحظہ فرمانا چاہئے۔ (حاشیة ابن عابدین' کتاب الجهاد' باب

المرقد' ج:۱۳ ص:۱۹' المقولہ :۲۰۲۹۵)

جناب مولانا وحیدالدین خان صاحب کا یہ فرمانا کہ "مرزا غلام احمد قادیانی نے کبھی بھی اپنی زبان سے نہیں کہا کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں" سے ان کی مراد کیا ہے؟ اگر وہ اپنے جملے کو لغت کے اعتبار سے فرماتے ہیں تو یہ بالکل درست ہے۔ دنیا میں شاید اس وقت کوئی ایک بھی ذی روح نہ ہو' جس کے سامنے جناب مرزا صاحب نے یہ بات کہی ہو اور نہ ہی اس وقت ٹیپ ریکارڈر ہوا کرتے تھے کہ کوئی ان کی آواز کو منضبط کر لیتا اور آج لوگوں کو سناتا۔ آج کے کسی مسلمان نے براہِ راست ان سے یہ دعویٰ نہیں سنا ' کیونکہ وہ ۱۹۰۸ء میں دنیا چھوڑ گئے اور اب کوئی شخص مرد و عورت ایسا نہیں جس کی عمر کم سے کم ایک سو میں برس ہو اور پھر وہ جناب مرزا صاحب سے ملا بھی ہو اور اس نے یہ دعویٰ سنا بھی ہو۔ اور اگر اس جملے سے جناب مولانا وحیدالدین خان صاحب کی مراد یہ ہے (اور یہی بات ایک عام قاری کو سمجھ میں آتی ہے) کہ جناب مرزا صاحب نے کبھی بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا' تو معروضہ یہ ہے کہ ان کی اپنی ہی تحریر شدہ کتابیں اس دعوے سے اٹی پڑی ہیں۔ آپ آج سوا سو سال کے بعد کیسے ان سے اس دعوے کی نفی کر سکتے ہیں؟ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ہر انسان کی زبان سے زیادہ اس کی تحریر قابل اطمینان ہوتی ہے۔ معصومین ومحفوظین کی بات تو الگ ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پناہ میں ہوتے ہیں' وگرنہ تو ہر آدمی کی تحریر اس کی زبان سے زیادہ قابل اعتماد ہے۔ سو بالفرض اگر مرزا صاحب کی زبان سے کسی شخص کے کانوں نے یہ دعویٰ نہ بھی سنا ہو' تو کیا ان کی کتابیں اس بلند بانگ دعوے اور اثبات مدعا کے لئے کافی نہیں ہیں؟ جناب مرزا صاحب ایک عام مسلمان اور حضرت رسالت مآب ﷺ کے اُمتی ہونے کی حیثیت سے کیسے مشہور ہوئے اور پھر انہوں نے کیسے دعوائے تجدید' مہدی' مسیح موعود اور بالآخر نبی ورسول ہونے کا اظہار کیا' حسب وعدہ یہ کتھا اور قصہ یوں ہے۔

جناب مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں قادیان ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ (روحانی خزائن' ج:۱۳' ص:۱۷۷' کتاب البریہ' ص:۱۵۹) اور تعلیم سے فارغ ہو کر اسلام کے دفاع میں عیسائیوں اور ہندو آریوں سے مناظرے شروع کیے۔ یہ وہ دور تھا جب پورا ہندوستان عیسائی مشنریوں' آریہ سماج اور برہمو سماج کی زد میں تھا۔ عیسائی پادری حضرت رسالت مآب ﷺ کی سیرت طیبہ پر کھلے بندوں اعتراض کرتے تھے۔ آریہ نے ہر جگہ قرآن کریم کو مشکوک کتاب باور کرانے کے لئے اپنی تحریک کے مراکز قائم کر رکھے تھے اور برہمو سماج والے تو سرے سے وحی الٰہی کے منکر اور محض اپنی عقل کو رہنما مان کر زندگی گزارنے پر زور دے رہے تھے۔ ان حالات میں جناب مرزا صاحب نے ۱۸۸۰ء میں اپنی کتاب "براہین احمدیہ" کا پہلا اور دوسرا حصہ شائع کروایا اور اس میں ان گمراہ فرقوں کی تردید کی۔ مسلمانوں نے ان حالات میں جب اس کتاب کو پڑھا تو جناب مرزا صاحب کی تعریف کی۔ وہ مبلغ اسلام کی حیثیت سے اُبھرے اور لوگوں نے انہیں اچھا جانا' یہاں تک کہ اہلحدیث حضرات کے رہنما جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی وغیرہ علماء کرام نے بھی انہیں مبلغ اسلام کے طور پر قابل ستائش جانا اور ان کی کتاب اور شخصیت کو بہت پذیرائی ملی۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اب آہستہ آہستہ اُبھرنا شروع کیا اور مبلغ اسلام کے لقب اور شہرت سے فائدہ اُٹھا کر یہ دعویٰ کرنا شروع کر دیا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان سے کلام کرتا ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب "تریاق القلوب" میں ایڈیٹر رسالہ "اشاعۃ السنۃ" کے متعلق وہ بتاتے ہیں کہ یہ ایڈیٹر شیخ محمد حسین بٹالوی اور وہ بچپن میں دونوں ایک ہی جماعت میں پڑھتے رہے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ جناب مرزا صاحب اپنی ابتدائی عمر میں کس طرح کے آدمی تھے۔ پھر جب ان کی عمر ۴۰ برس ہوئی تو یہ دعویٰ فرمایا:

"خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا۔" (روحانی خزائن' ج:۱۵' ص:۲۸۳' تریاق القلوب' ص:۱۵۵)

یہ ہے جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ کہ انہیں اللہ تعالیٰ الہام کرتا ہے یعنی وہ مُلْهَمٌ مِنَ اللّٰہ ہیں۔

سیدھے سادے اور بھولے بھالے مسلمانوں نے ان کے اس دعوے کو قبول کر لیا۔ جناب مولانا وحیدالدین خان صاحب ملاحظہ فرمالیں کہ پھر وہ مختلف اوقات میں کیسے کیسے دعاوی کرتے رہے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ اپنے دور اور اس صدی کے مجدد ہیں۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ ہر ایک صدی پر ایک مجدد کا آنا ضروری ہے۔ اب ہمارے علماء' جو بظاہر اتباع حدیث کا دم بھرتے ہیں' انصاف سے بتلاویں کہ کس نے اس صدی کے سر پر خدا تعالیٰ سے الہام پا کر مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ یوں تو ہمیشہ دین کی تجدید ہو رہی ہے مگر حدیث کا تو یہ منشا ہے کہ وہ مجدد خدائے تعالیٰ کی طرف سے آئے گا یعنی علوم لدنیہ و آیات سماویہ کے ساتھ۔ اب بتلاویں کہ اگر یہ عاجز حق پر نہیں ہے تو پھر کون آیا ہے جس نے اس چودھویں صدی کے سر پر مجدد ہونے کا ایسا دعویٰ کیا جیسا کہ اس عاجز نے

کیا۔" (روحانی خزائن ج:۳ ص:۱۷۹، ۱۷۸، ازالہ اوہام ص:۱۵۴)

مرزا صاحب نے "نبوت" کے اجزاء کرتے ہوئے یہ دعویٰ بھی کیا کہ اللہ تعالیٰ کے جو خاص بندے اولیاء کرام ہوتے ہیں ان پر بھی وحی آیا کرتی ہے۔ اور اس وحی کی وجہ سے جو ولی اللہ نبوت کا کوئی حصہ پالیتا ہے وہ محدث کہلاتا ہے اور اس طرح سے کوئی بھی محدث نبی ہوتا ہے اور ہر نبی محدث ہوتا ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ کی طرف سے بار بار ایسی وحی ان پر آتی ہے اور وہ محدث ہیں اور پھر یہ معنی کر کے وہ نبی بھی ہیں۔

فاعلم ارشدک اللہ تعالٰی ان النبی محدث والمحدث نبی...... الخ' والوحی الذی ینزل علی خواص الاولیاء والنور الذی یتجلی علی قلوب قوم موجع (روحانی خزائن ج:۳ ص:۶۰ توضیح المرام مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا ص:۱۹)

اُمت مسلمہ کا مسلّمہ عقیدہ قرن اول سے اب تک یہی چلا آرہا ہے کہ قیامت کے قریبی زمانہ میں حضرت مہدیؒ اس اُمت میں تشریف لائیں گے اور پھر ان کے بعد حضرت سیدنا عیسیٰؑ کا نزول اور ورود مسعود ہوگا جو اپنے دور میں زندہ آسمانوں کی طرف اُٹھا لئے گئے تھے۔ سیدنا مہدیؒ ایک علیحدہ شخصیت ہیں اور سیدنا مسیحؑ ایک الگ ہستی ہیں جن کے آنے کی پیشین گوئی اور وعدہ کیا گیا ہے اس لئے وہ مسیح موعود بھی کہے جاتے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہ تو دعویٰ کر ہی دیا تھا کہ ان پر کثرت سے وحی آتی ہے اور وہ محدث نبی ہیں۔ انہوں نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ حضرت سیدنا مسیحؑ کا تو طبعی طور پر انتقال ہو چکا ہے اور جیسے ان سے پہلے رسولوں کو جو کہ ان کے بھائی تھے وفات دی گئی تھی بالکل ایسے ہی حضرت سیدنا مسیحؑ کو بھی وفات دی جا چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بشارت اور خوش خبری دی ہے کہ لوگ جس عیسیٰ کا انتظار کر رہے ہیں وہ تم ہی تو ہو اور لوگ جس مبارک ہستی حضرت مہدی کا انتظار کر رہے ہیں وہ مہدی بھی تم ہی تو ہو۔ **وبشرنی وقال ان المسیح الموعود الذی یرقبونہ والمھدی المسعود الذی ینتظرونہ ھو انت نفعل ما نشاء فلا تکونن من الممترین۔** (روحانی خزائن ج:۸ ص:۲۷۵، اتمام الحجہ علی الذی لج وزاغ عن المحجہ ص:۳)

یوں مرزا صاحب نے مہدی اور مسیح دونوں کو ایک ہی شخصیت قرار دے کر اپنے آپ کو ان مناصب رفیعہ پر بھی فائز کر دیا۔

انہوں نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ جیسے حضرت سیدنا عیسیٰ مسیحؑ کی زندگی بہت زاہدانہ اور عاجزانہ تھی اور وہ دنیا سے لاتعلق رہا کرتے تھے مرزا صاحب کی زندگی بھی ویسی ہی درویشانہ صفت ہے اس لئے وہ زندہ سلامت حضرت مسیحؑ کی ایک مثال اور انہی کی ایک تشبیہ ہیں اور اپنے اس دعوے میں انہوں نے اپنے آپ کو "مثیل مسیح" قرار دیا۔ چنانچہ تحریر فرمایا:

"علمائے ہند کی خدمت میں نیاز نامہ

اے برادران دین وعلمائے شرع متین! آپ صاحبان میری ان معروضات کو متوجہ ہو کر سنیں کہ اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو بلکہ یہ پرانا الہام ہے جو میں نے خدائے تعالیٰ سے پاکر براہین احمدیہ کے کئی مقامات پر بتصریح درج کر دیا تھا جس کے شائع کرنے پر سات سال سے بھی کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا ہوگا۔ میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح بن مریم ہوں جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے بلکہ میری طرف سے عرصہ سات یا آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں یعنی حضرت عیسیٰؑ کے بعض روحانی خواص طبع اور عادت اور اخلاق وغیرہ کے خدائے تعالیٰ نے میری فطرت میں بھی رکھے ہیں اور دوسرے کئی امور میں جن کی تصریح انہی رسالوں میں کر چکا ہوں میری زندگی کو مسیح ابن مریم کی زندگی سے اشد مشابہت ہے اور یہ بھی میری طرف سے کوئی نئی بات ظہور میں نہیں آئی کہ میں نے ان رسالوں میں اپنے تئیں وہ موعود ٹھہرایا ہے جس کے آنے کا قرآن شریف میں اجمالاً اور احادیث میں تصریحاً بیان کیا گیا ہے کیونکہ میں تو پہلے بھی براہین احمدیہ میں بتصریح لکھ چکا ہوں کہ میں وہی مثیل موعود ہوں جس کے آنے کی خبر روحانی طور پر قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں پہلے سے وارد ہو چکی ہے۔ (روحانی خزائن ج:۳ ص:۱۹۲، ازالہ اوہام حصہ اول ص:۱۹۰، ۱۹۱)

انہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں بے پناہ برکتیں دینے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈالنے کا وعدہ کیا ہے اور پھر اس کے بعد یہ بھی فرمایا ہے:

"**جعلناک المسیح ابن مریم**" ہم نے تمہیں مسیح بن مریم بنادیا ہے۔" (روحانی خزائن ج:۳ ص:۴۴۲، ازالہ اوہام حصہ دوم ص:۶۳۴)

عربی زبان میں بَرَزَ کا لفظ ظہور اور کسی چیز یا کام یا صلاحیت کے ظاہر ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن زمین کا کیا حال ہوگا؟ اس سلسلے میں فرمایا ہے:

﴿وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً﴾

(الکہف:۴۷)

ترجمہ: "اور تم زمین کو دیکھو گے کہ وہ کھلی پڑی ہے۔"

یعنی تاحد نظر کوئی نشیب وفراز نہیں ہوگا اور زمین بالکل صاف ظاہر میں نظر آرہی ہوگی۔

حضرت اُمّ معبدؓ بہت عقلمند اور نہایت پاکیزہ کردار کی صحابیہ تھیں۔ اپنے بڑھاپے کی وجہ سے وہ ایسے پردہ نہیں کرتی تھیں جیسے کہ مدینہ منورہ میں جوان لڑکیاں پردہ کیا کرتی تھیں۔ وہ مردوں میں بیٹھ کر ان سے باتیں بھی کر لیتی تھیں۔ اس لئے ان کی روایت کردہ احادیث میں ان کے متعلق یہ الفاظ آتے ہیں:

"اِنَّھَا کَانَتْ اِمْرَأَۃً بَرْزَۃً"

"وہ ایسی خاتون تھیں جو پردے میں نہ ہونے کی وجہ سے بہت نمایاں رہتی تھیں۔" (قوله عزوجل: ﴿بَرَزُوْا﴾ أي: ظهروا. وهذه المادة(برز)تدل على أصل واحد هو الظهور سواء كان حسياً أم معنوياً. فيقال: برز الشيء أي: ظهر فهو بارزٌ...... إلخ' وقال عز من قائل: ﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً لا وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا﴾ (الكهف) بارزةً أي: ظاهرة بادية' ليس فيها مستظل ولا متفيأ' وليس فيها بناءٌ ولا معلم' ولا مكان يواري أحداً' بل الخلق كلهم ظاهرون بادون لربهم لا تخفى عليه منهم خافية' وذلك يوم القيامة' جعلنا الله فيه من الناجين...... الخ' وفي حديث ام معبد رضي الله عنها: أنها كانت امرأة برزة' يقال: امرأة برزة أي: كهلة لا تحتجب احتجاب الشواب' وهي مع ذلك عفيفة عاقلة' تجلس للناس وتحدثهم. (من أسرار اللغة العربية في الكتاب والسنة' [ب ر ز] ج:۱' ص:۱۳۷،۱۳۸)۔

اسی لئے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے امرأۃ برزۃ یعنی وہ عورت جو نمایاں ہو اور عام لوگوں کے ساتھ رہتی اور دنیوی معاملات میں حصہ لیتی ہو' گواہیوں کے معاملے میں اس کی شہادت کو قبول کیا ہے۔ ویقبل تعديل المرأة لزوجها وغيرها اذا كانت امرأة برزة تخالط الناس وتعاملهم كذا في محيط السرخسي. (الفتاوى الهندية' كتاب الشهادات' الباب الثاني عشر في الجرح والتعديل' ج:۳' ص:۵۲۸)

یہ لفظ اردو زبان میں بھی استعمال ہوتا ہے:

از غایت ظہور نہاں ہے نہ آشکار
وز شدت بروز خفی ہے نہ آشکار

ہندوؤں کے عقیدے میں بھی یہ "بروز" شامل ہے۔ ان کے مذہب میں یہ بات ہے کہ ان کے دیوتا آسمان سے اُترے اور مختلف انسانوں کے روپ دھار کر انہوں نے بروز کیا' یعنی ظہور یا ظاہر ہوئے۔ وہ ظاہر میں انسان لیکن درحقیقت خدا تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی ہندوؤں کے اس نظریے کو ایک اور رنگ میں پیش کیا اور وہ یہ کہ ہندو تو خداؤں کے بروز کے قائل تھے' مرزا صاحب نے نبوت کو بروزی بنادیا کہ ان کے اندر تو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سمائے ہوئے تھے اور ظاہر میں جسم ان کا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی ایک کتاب "ایک غلطی کا ازالہ" میں واضح طور پر تحریر فرماتے ہیں:

"بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں۔"

یعنی آقائے نامدار حضرت رسالت مآب میرے اندر سماگئے ہیں۔ میں ظاہر میں تو مرزا غلام احمد ہوں' لیکن اندر سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ اعاذنا اللہ!

پھر اپنی اسی کتاب میں چند سطروں کے بعد مزید تحریر فرماتے ہیں:

"میں بروزی طور پر آنحضرت ہوں۔" (روحانی خزائن' ج:۱۸' ص:۲۱۲' ایک غلطی کا ازالہ' ص:۸)

جناب مولانا وحیدالدین خان صاحب اور ان کی تحریرات سے متاثر ہونے والے حضرات وخواتین کو اس نکتے اور عبارات پر غور فرمانا چاہئے کہ جناب مرزا صاحب کہہ کیا رہے ہیں' وہ تو یہ بتارہے ہیں کہ میں اندر سے تو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور ظاہر میں مرزا غلام احمد ہوں۔ ایسے عقائد تو ان قوموں کے ہوا کرتے تھے جو اپنے دیوتاؤں کو خدا مانتے تھے اور ہیں' اسلام نے بھی کبھی کوئی ایسی تعلیم دی ہے؟

کل کو یا زمانہ ماضی میں اگر کوئی جاہل اور گمراہ صوفی یہ دعویٰ کرے کہ وہ بروزی طور پر خدا ہے' تو کیا وہ مسلمان رہ جائے گا؟ وہ دنیا کو اس عقیدے کی دعوت دے کہ میں بروزی اللہ ہوں یعنی اللہ تعالیٰ میرے اندر سما گیا ہے اور میں فقط ظاہر میں انسان ہوں' حقیقت میں تمہارا پروردگار ہوں' کیا یہ دعویٰ مسموع ہوگا؟ اس لئے جناب مولانا وحیدالدین خان صاحب کن کا دفاع فرمارہے ہیں؟ چاہئے کہ غور فرمالیں' اور جو لوگ دین میں ان سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں' کہیں ان کی راہ کھوٹی نہ ہوجائے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ وہ ظلی نبی ہیں۔ جناب مولانا وحیدالدین خان صاحب تحریر فرمارہے ہیں کہ:

"انہوں نے صرف یہ کہا تھا کہ میں ظلی نبی ہوں یعنی میں نبی کا سایہ ہوں۔" (الرسالہ بابت ماہ اکتوبر ۲۰۱۱ء خصوصی نمبر ختم نبوت' ص:۱۳)

بات یوں نہیں ہے۔ جناب مرزا صاحب نے کبھی یہ نہیں کہا کہ وہ حضرت رسالت مآب علیہ الصلاۃ والتسلیم کا سایہ (ظل) ہیں' بلکہ انہوں نے تو یہ دعویٰ فرمایا کہ میں نبی ہوں اور میری نبوت کو حضرت صاحب الرسالۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی نسبت ہے جو کہ سایے کو اصل سے ہوتی ہے۔ اگر وہ یہ دعویٰ کرتے کہ وہ محض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ہیں تو پھر بھی اہل علم ان کے اس دعوے پر غور کرلیتے' انہوں نے تو صاف

صاف یہ دعویٰ کیا کہ ان کی نبوت 'نبوت محمدیؐ' سے سایے اور اصل کی نسبت رکھتی ہے۔

جناب مولانا وحیدالدین خان صاحب کی تحریر کے مطابق تو ان کا اصل دعویٰ محض اصل اور سائے (ظل) کے زمرے میں آتا ہے' لیکن درحقیقت ان کا دعویٰ اپنی چھوٹی نبوت اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی نبوت کا ہے کہ میں جو کم درجے کی چھوٹی نبوت رکھتا ہوں اس کے مقابلے میں ایک بڑی نبوت بھی ہے وہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ وہ تو بہت صاف' واضح اور بغیر کسی جھجک کے یہ دعویٰ فرماتے ہیں:

''میں ظلی طور پر محمد ہوں۔'' (روحانی خزائن ج:۱۸ ص:۲۱۲، ایک غلطی کا ازالہ ص:۸)

اور پھر انہوں نے اپنی زندگی کا سب سے بڑا دعویٰ کردیا' ایسا دعویٰ کہ جو ان کے اس دعوے کو نہیں مانتے اور اس کی تکذیب کرتے ہیں اور وہ افراد جو جناب مرزا صاحب کو ان کے دعوے میں سچا مانتے ہیں دونوں کے درمیان مسلم اور غیر مسلم کی لکیر کھنچ گئی۔ انہوں نے واشگاف الفاظ میں یہ دعویٰ کیا:

''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔'' (روحانی خزائن ج:۱۸ ص:۲۳۱، دافع البلاء و معیار اھل الاصطفاء' ص:۱۵)

پھر اس سیدھے سادے نثری دعوے کے بعد اپنی شاعری کے ذریعے بھی انہوں نے پوری دنیا کو اس دعوے کا پیغام دیا:

منم مسیح زماں و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

''میں اس دور میں مسیح ہوں اور میں ہی وہ موسیٰ ہوں جس سے خدا نے کلام کیا تھا اور میں ہی وہ محمد ہوں جسے خدا نے چنا۔'' (روحانی خزائن ج:۱۵ ص:۱۳۳ تریاق القلوب ص:۶)

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو:

''غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس اُمت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس اُمت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔'' (روحانی خزائن ج:۲۲ ص:۴۰۶-۴۰۷، حقیقۃ الوحی ص:۳۹۱)

جناب مولانا وحیدالدین خان صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ انہوں نے اپنے پرچے ''الرسالہ'' میں جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی وکالت اور ان کے جرم کو جو کم کرنے کی کوشش کی ہے تو کیا یہ دعاوی اور عبارات ان کی نظر سے نہیں گزریں؟ اگر نہیں تو یہ تو بہت ہی نامناسب بات ہے کہ وہ جس کی وکالت فرماتے ہیں' وہی ان کے دعوے کی تردید کرتا چلا جاتا ہے۔ ان کی عبارتیں ایک سے بڑھ کر ایک دعوائے نبوت و رسالت کی ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے دعویٰ کیا ہی نہیں۔ بغیر مطالعہ کے عقیدۂ ختم نبوت جیسے حساس اور بنیادی عقیدے پر اس طرح کا تبصرہ کیسے مناسب ہے؟ اور اگر ان کی نظر سے یہ تمام کتابیں اور جناب مرزا صاحب کے دعوے گزر چکے ہیں تو پھر کیا اسے تجاہل عارفانہ سمجھا جائے؟

آخر میں گزارش یہ ہے کہ جناب مولانا وحیدالدین خان صاحب اور اگر کوئی ان کی اس تحریر سے متاثر ہو گیا ہے تو وہ ان سب کو چاہئے کہ اپنے الفاظ تحریر اور عقیدے سے رجوع فرمائیں۔ اس مسئلے کی سنگینی کا احساس کرنا چاہئے اور اس نزاکت کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ ان کی اس تحریر کی بنیاد پر کوئی نیا فرقہ نہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ اُمت کی حفاظت فرمائے' پہلے ہی بہت ٹکڑے اور فرقے بن چکے ہیں اب کہیں کوئی نیا فرقہ یا فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول تھے' صلوات اللہ علیہ وسلامہ۔ ان کے بعد جس کسی نے بھی کسی زمانے میں بھی دعوائے نبوت کیا' وہ اپنے دعوے میں سچا نہ تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے بار بار نبوت کا دعویٰ کیا اور پوری اُمت مسلمہ نے ان کے دعوے کی تکذیب کی۔

عقیدۂ ختم نبوت جیسے کہ کتاب وسنت اور پھر علماء ومجتہدین اُمت نے وضاحت کے ساتھ اپنی اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا ہے' وہی عقیدۂ آخرت میں نجات کی ضمانت ہے۔ ہم اہل السنۃ والجماعۃ اسی عقیدۂ ختم نبوت پر قائم اس کے محافظ اور پرچارک ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی صحیح عقیدے پر خاتمہ فرمائے اور اسی عقیدے کے ساتھ قیامت میں اپنے صالح بندوں کے ساتھ محشور فرمائے۔ آمین! ☆......☆

Sonara Gold Colection
سونارا گولڈ کلیکشن
NP1/59 مرادلوہار اسٹریٹ، صرافہ بازار، میٹھادر، کراچی
Cell: 0300-8932894, 0313-8932894

سلف صالحین کی پیروی اور اکابرین پر اعتماد ہی کامیابی کی راہ ہے: قاضی احسان احمد

کراچی (رپورٹ: محمد قاسم) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مدارس اسلامیہ، اسکول، کالج اور یونیورسٹی کے طلبا کے لئے ہر اسلامی ماہ کی تیسری جمعرات کو بعد نماز مغرب دفتر ختم نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی میں تربیتی نشست کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ ۱۵/ دسمبر بروز جمعرات کو منعقدہ تربیتی نشست سے خطاب کرتے ہوئے مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد نے کہا کہ تحفظ ختم نبوت کے مقدس مشن سے وابستہ ہونا ہمارا کمال نہیں، محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اس پاکیزہ کاز سے وابستہ افراد اس امر کا خاص لحاظ رکھیں کہ ہماری گردنیں عجز وانکساری سے جھکی ہوں نہ کہ ان میں غرور وتکبر کا سریا فٹ ہو۔ اللہ رب العزت عاجزی اختیار کرنے والوں کو ہی پسند فرماتے ہیں۔

مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ کارکنان بھی اکابر پر اعتماد کا سلسلہ نہ توڑیں۔ اس دور میں اسلاف بیزاری کا فتنہ بھی زوروں پر ہے، حالانکہ سلف صالحین کی پیروی اور اپنے اکابرین پر اعتماد ہی کامیابی کی راہ ہے، جو اکابر پر اعتماد، اسلاف کی پیروی اور اپنے بزرگوں کی فرمانبرداری نہ کریں، ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک کشتی میں چند لوگ سوار ہوں، کشتی اپنی منزل کی طرف گامزن ہو مگر سواروں کو اپنے ناخدا ہی پر اعتماد نہ ہو، ان کے دل میں بے اعتمادی کا کھٹکا ہو تو ملاح کشتی کو ڈبوے یا نہ ڈبوے، یہ لوگ ضرور کشتی کو ڈبو دیں گے۔

جو حضرات، اکابرین ملت کی بات نہ مانیں، اپنی بات کو حرف آخر سمجھیں، خود کو عقل کل جانیں انہیں شیطان بہت جلد اچک لیتا ہے اور وہ اپنی منزل کو چھوڑ کر غلط راہ کی طرف نکل جاتے ہیں۔ انہوں نے نوجوانوں کو توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ ہمارے تمام ساتھی اسلامی تاریخ کو پیش نظر رکھیں اور تحاریک ختم نبوت میں اپنے اکابر کا طرز عمل دیکھیں۔

حضرت علامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ نے فتنہ قادیانیت کے خلاف اپنے شاگردوں کو علمی، تحریری اور تقریری انداز اپنانے کی وصیت کی۔ دلائل وبراہین سے مسلح ہونے کی تلقین کی۔ جن ساتھیوں کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا عدم تشدد پر کاربند، پُرامن، تبلیغی، دعوتی، علمی ٹھنڈا اور میٹھا انداز قابل قبول ہو وہ ہمارے ساتھ چلیں۔

امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے بارے میں اکابر فرماتے تھے: ''یہ وہ شخص ہے جس کی ایک تقریر پورے ملک میں آگ لگا سکتی ہے مگر خدا کا شکر ہے کہ انہوں نے تشدد کی راہ نہیں اپنائی بلکہ پُرامن انداز اختیار کیا، ورنہ پوری دنیا میں ایک قادیانی بھی زندہ نہ بچتا، شکر ہے کہ عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اپنے اکابر کی مان کر چلتے ہیں۔''

قادیانیت کی پشت پر پوری دنیائے کفر تھی، مجلس تحفظ ختم نبوت نے اس فتنہ کے خلاف ایسی راہ اپنائی کہ قادیانی ہر مرحلہ میں تنہا رہ گئے۔ ہمارے اکابر نے اس کے خلاف پوری امت کو اکٹھا کیا تاکہ کوئی ایک بھی اس فتنے کے ساتھ نہ ہو جائے اور یہ بالکل اکیلا رہ جائے۔ اس کامیاب پالیسی نے قادیانیوں کو آئینی طور پر کافر قرار دیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ پوری تاریخ میں ہمیں کسی مرحلے میں ناکامی کا سامنا نہیں ہوا بلکہ ہمیشہ کامیابی نے قدم چومے۔

آپ حضرات غور فرمائیں کہ ایک دن فتنہ قادیانیت کی ابتدا اور پھر عروج کا تھا اس کے مقابل فتنہ قادیانیت کی سرکوبی اور استیصال کے لئے اہل اسلام خدام ختم نبوت کی جدوجہد بھی ملاحظہ فرمائیں۔ الحمدللہ! نتیجہ آپ حضرات کے سامنے ہے۔

۱۹۳۰ء میں پانچ سو جید علماء کرام اہل حق کا اجتماع، امیر شریعتؒ اور ان کے قافلۂ حق کی جانبازیاں، ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت، ہزاروں شمع ختم نبوت کے پروانوں کی شہادتیں، ۱۹۷۴ء میں قادیانی فتنہ کی تکفیر، ۱۹۸۴ء امتناع قادیانیت آرڈی نینس، ۲۰۰۴ء میں پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی بحالی، ۲۰۱۰ء میں قانون تحفظ ناموس رسالت جیسے اہم عنوانات پر کامیابی، یہ اس پُرامن جدوجہد، قانونی طرز عمل اور انداز اکابر کی دوراندیشی اور فہم وفراست کی برکت تھی۔ بہرحال تمام خدام ختم نبوت اس مشن سے اپنی قلبی اور عملی وابستگی میں پختگی اور قرار پیدا فرمائیں، رب کریم ہمیں اخلاص اور اعتماد کی دولت سے مالا مال فرما کر محاذ تحفظ ختم نبوت کا عظیم سپاہی بنائے۔ آمین۔ ☆☆☆

سو سال سے زائد بہترین خدمت

ESTD 1880

ABS

ABDULLAH BROTHERS SONARA

عبداللہ برادرز سونارا

Formerly: H. Elyas Sonara

Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar, Mithader, Karachi. Ph:2546455, Cell:0301-2352363

REGD. NO. SS-160

کیا آپ نے کبھی غور کیا؟

قادیانی ہمارے نوجوانوں کو ورغلا کر مرتد بنا رہے ہیں
اس مقصد کے لئے وہ کروڑوں روپے پانی کی طرح بہا رہے ہیں

ہفت روزہ ختم نبوۃ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے اور مجلس کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچاتا ہے، جس میں سیرت رسول آخرین صلی اللہ علیہ وسلم، سیرت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دینی و اصلاحی مضامین شائع کیے جاتے ہیں مرزائیت کا بھی جدید انداز میں تجزیہ کیا جاتا ہے۔

جب آپ حق پر ہیں تو

آپ نے ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے کیا انتظام کیا؟
کیا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں کہ قادیانیوں کی خطرناک سرگرمیاں کے بارے میں معلومات حاصل کریں؟
اگر ہے تو آج ہی ملت اسلامیہ کے بین الاقوامی

ہفت روزہ ختم نبوۃ

کا مطالعہ کیجئے

یہ ہفت روزہ امریکہ، برطانیہ، اسپین، ماریشس، جنوبی افریقہ، سعودی عرب، نائیجیریا، قطر، بنگلہ دیش، آسٹریلیا کے علاوہ دنیا کے کئی ممالک میں بھی جاتا ہے۔

خوبصورت ٹائٹل
کمپیوٹر کتابت
عمدہ طباعت

ہر جمعہ کو پابندی سے شائع ہوتا ہے

تعاون کا ہاتھ بڑھائیے

خریدار بنیئے — بنائیے ○ اشتہارات دیجئے ○ مالی امداد فراہم کیجئے